۱۹۵۲

ماہنامہ

# ترجمان القرآن

جاری کردہ :

مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

ادارہ ترجمان القرآن (پرائیویٹ) لمیٹڈ، اچھرہ، لاہور (پاکستان)

REGD. NO. L 5340 PHONE : 234014 236665

MONTHLY TARJUMAN-UL-QURAN LAHORE

جلد ۱۱۹ — اکتوبر ۱۹۹۳ — عدد ۱۰

# ماہنامہ ترجمان القرآن

جاری کردہ:

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

ادارہ ترجمان القرآن (پرائیویٹ) لمیٹڈ، اچھرہ، لاہور (پاکستان)

رجسٹرڈ نمبر ایل - ۵۳۴۰

ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور

جلد ۱۱۹ عدد ۱۰

اکتوبر ۱۹۹۳ ربیع الثانی ۱۴۱۴

# فہرست مضامین



برائے ادارتی امور: منصورہ، ملتان روڈ، لاہور ۵۴۵۷۰، فون نمبر ۷۵۷۰۰۴۴-۸، فیکس (۰۴۲) ۷۵۷۳۴۱۹

برائے انتظامی امور: رحمٰن مارکیٹ، اردو بازار، لاہور ۵۴۰۰۰، فون نمبر ۷۲۴۴۰۴۳-۷۲۳۶۲۶۵

پوسٹ بکس نمبر: ۱۴۴۳

زر سالانہ بذریعہ منی آرڈر یا بینک ڈرافٹ مینجر ترجمان القرآن لاہور کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔ کراس چیکس قابل وصول نہ ہوں گے۔

قیمت فی شمارہ - /۶ روپے ○ زر سالانہ: ۶۰ روپے (اندرون ملک)

عرب ممالک، خلیجی امارات و برصغیر: ۲۰ ڈالر یورپ: ۲۵ ڈالر امریکہ و آسٹریلیا: ۲۵ ڈالر

سید حسین فاروق مودودی نے ملک عید محمد پرنٹرز، لاہور سے چھپوا کر دفتر، ترجمان القرآن، اچھرہ، لاہور سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# اشارات

پروفیسر خورشید احمد۔ خرم مراد

---- اہلِ وطن ایک بار پھر بیلٹ بکس کا رخ کر رہے ہیں!
---- آپ ایک بڑا اہم اور تاریخی فیصلہ کرنے جا رہے ہیں۔
---- اور آپ یہ فیصلہ پاکستان اور امتِ مسلمہ کی تاریخ میں ایک بڑے نازک لمحہ پر کر رہے ہیں۔

پاکستان میں صرف آٹھ سال کے قلیل عرصے میں پانچ حکومتیں بن چکی ہیں۔ تین مرتبہ اسمبلیاں منتخب ہو کر ٹوٹ چکی ہیں۔ اس زمانے میں جن لوگوں کے ہاتھوں میں قیادت کی باگ ڈور رہی آپ ان کو' ان کی کارکردگی کو' ان کے کردار اور دلچسپیوں کو' ان کی اپنے ذاتی مفادات کے لیے دوڑ دھوپ اور ملک و ملت کے مسائل کے بارے میں بے حسی اور بے توجہی کو دیکھ چکے ہیں۔ ان کے ہاتھوں ملکی خزانہ جس طرح لٹا' ان کے سائے میں ظلم اور ناانصافیاں جس طرح پروان چڑھیں' ان کے تعاون یا کمزوری سے بیرونی قوتوں کو جس طرح ملک پر اپنے اثرات قائم کرنے اور اپنی مرضی کی پالیسیاں یہاں مسلط کرانے میں کامیابی ہوئی وہ آپ کے سامنے ہے۔ یہ کوئی ڈھکا چھپا راز نہیں کہ کس طرح مفاد کی جنگ نے سیاسی بے یقینی اور دستوری بحران پیدا کیے۔ اب یہ فیصلہ آپ کو کرنا ہے کہ آپ ان آزمائے ہوئے سیاسی بازی گروں سے نجات چاہتے ہیں اور ایک نئی قیادت بروئے کار لانا چاہتے ہیں جو آپ ہی میں سے ہو اور آپ کے تصور اور عزائم کے مطابق پاکستان کی تشکیل و تعمیر کرے یا پھر ملک کو ماضی کی طرح ہر سال دو سال کے بعد سیاسی بحران اور معاشی انتشار کا شکار ہوتا دیکھنے کے لیے تیار ہیں؟

آپ جس عالمی تناظر میں اس انتخاب میں جا رہے ہیں وہ بھی غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔

مسلمان دنیا کو مغربی اقوام ' اور خصوصیت سے امریکہ ' ایک خیالی خطرے کا ہوّا دکھا کر ' دبانے اور اپنے شکنجہ میں کسنے کے درپے ہیں۔ جہاں بھی مسلمان اپنی آزادی اور نظریاتی تشخص کی حفاظت کے لیے سرگرم ہوں وہیں ان کو ہر طرح سے دبانے اور مغلوب کرنے کی کوششیں تیز تر ہو جاتی ہیں۔ مسلمان ملکوں کو "دہشت پسند" قرار دیا جا رہا ہے جس کا تازہ ترین نشانہ ستم سوڈان ہے۔ فلسطین پر "سیلف رول" کے نام پر من مانا حل مسلط کیا جا رہا ہے اور تمام مسلمان ملکوں پر دباؤ ہے کہ اس معاہدہ ہی کو نہیں بلکہ خود اسرائیل کو بھی تسلیم کرو۔ پاکستان کی امداد تو مدت سے بند ہے 'اب چین اور پاکستان کے خلاف نئی معاشی پابندیاں (sanctions) لگائی گئی ہیں اور اندرونی طور پر ساری معاشی پالیسیوں کو ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف کے احکام و شرائط (conditionalities) کے مطابق ڈھالنے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ کشمیر میں حق خود ارادیت کی تحریک کو کچلنے والے اور مسلمانوں کی نسل کشی (genoside) کے مرتکب ہندوستان کے لیے تو ساری مراعات ہیں حتیٰ کہ پریسلر قانون سے بھی وہ مستثنیٰ ہے' مگر پاکستان پر سارا دباؤ ہے کہ وہ کشمیر کے ان مظلوم بھائیوں کے اس حق کی بھی حمایت نہ کرے جسے سیکیورٹی کونسل اور ساری دنیا تسلیم کر چکی ہے۔ "دہشت پسند ریاست" (Terrorist State) کے اعلانیہ کی تلوار ہمارے سر پر لٹک رہی ہے۔ بوسنیا میں مسلمانوں کا قتل عام جاری ہے اور امریکہ اور اقوام متحدہ کی ساری کوشش یہ ہے کہ مظلوم مسلمان برضاورغبت ظالم سربوں کی بالا دستی مان لیں اور اپنے ملک کے حصے بخرے پر آمادہ ہو جائیں' ورنہ انہیں صفحۂ ہستی سے نیست ونابود کر دیا جائے گا۔ عالمی قوتیں "نئے عالمی نظام" کے نام پر ایک نیا سامراجی نظام قائم کرنے پر تلی ہوئی ہیں اور اس کے لیے ترغیب اور ترہیب کا ہر ذریعہ استعمال کیا جا رہا ہے۔ اس سازش کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ مسلم ممالک میں ایسی قیادتیں بروئے کار لائی جائیں جن کے ہاتھوں مغربی اقوام اپنی پالیسیاں بہ آسانی مسلمانوں پر مسلط کر سکیں اور اس طرح "دام ہم رنگ زمیں" کی حکمتِ عملی پر عمل کر کے ایک بار پھر مسلمانوں کو سیاسی' معاشی اور تہذیبی غلامی کی زنجیریں ایسے ہاتھوں سے پہنوائی جائیں جو ان کو زیور بنا کر اپنی ہی قوم کو پہنا دیں۔

یہ بڑا نازک لمحہ ہے اور اس موقع پر ذرا سی لغزش بھی ملک و ملت کے مستقبل کو متاثر کر سکتی ہے ؏

یک لحظہ غافل بودم و صد سالہ را ہم دور شد

آج تاریخ کے ایک بڑے نازک لمحے پر آپ اپنے اور اپنی قوم کے مستقبل کا فیصلہ کرنے جا رہے ہیں۔ آپ کا ووٹ اس بات کو طے کرے گا کہ اس ملک کی زمامِ کار کس کے ہاتھ میں ہو

گی' کاروبارِ حکومت کون چلائے گا' ملّتِ اسلامیہ پاکستان کی قسمت بنانے یا بگاڑنے والی پالیسیاں کون وضع کرے گا اور اس کے بیش قیمت وسائل اس کے عام شہری اور خصوصیت سے محروم انسانوں کی زندگیوں کو خوشحال بنانے کے لیے استعمال ہوں گے یا ماضی کی طرح چند سو خاندانوں کو مزید طاقت ور بنانے' دولت کو انہی کے ہاتھوں میں محصور رکھنے اور ان کے لیے ٹیکسوں کی چوری' بنکوں کے وسائل کی لوٹ مار اور پلاٹوں اور پرمٹوں کی بارش کے لیے۔

---

گو آنے والے انتخابات کے اس سیاسی پس منظر سے صرفِ نظر مشکل ہے جس میں یہ ملک پر مسلط کیے گئے ہیں اور یہ سوالات مسلسل ذہنوں کو پریشان کیے ہوئے ہیں کہ کس طرح ایک مصنوعی بحران پیدا کیا گیا' کس طرح صدرِ مملکت' وزیراعظم اور قائدِ حزبِ اختلاف کی ذاتی انا اور ان کے درمیان اختیارات کے "ھل من مزید" کی دوڑ نے سیاسی عدم استحکام پیدا کیا اور پھر کس طرح ان کی ملی بھگت سے امریکہ سے نئی قیادت ملک پر نازل ہوئی۔ یہ سوالات اور ان سے پیدا ہونے والے خدشات بڑے حقیقی اور بڑے اہم ہیں' لیکن ان کے باوجود ہم سمجھتے ہیں کہ یہ بات اپنی جگہ بڑی اہم اور خوش آئند ہے کہ بالآخر انتخابات ہی کے ذریعے ملک کے باشندوں کو اس امر کے فیصلہ کرنے کا اختیار مل رہا ہے کہ آئندہ ان کے حکمران کون ہوں گے؟ یہ اختیار ان کا بنیادی حق ہے۔ ایک طویل مدت تک مختلف بہانوں سے ان کو اس حق سے محروم رکھا گیا۔ لیکن اب ان کا یہ حق آہستہ آہستہ اتنا راسخ ہو گیا ہے کہ بالآخر فیصلہ کے لیے ان کی طرف رجوع کرنا پڑ رہا ہے اور انشاء اللہ مستقبل میں کسی کو یہ حق چھیننے کی جرات نہ ہو سکے گی۔ گو مغرب کی "جمہوری طاقتیں" اتنی بے باک ہیں کہ جہاں جمہوری عمل ان کی مرضی کے خلاف کوئی حقیقی عوامی نمائندہ قیادت بروئے کار لاتا ہے جو ایک طرف اپنے دین و ایمان میں پختہ ہو' جس کا کردار بے داغ ہو اور جو دوسری طرف اپنے ملک اور ملّتِ اسلامیہ کے مفاد کے بارے میں مضبوط ہو کہ بڑی سے بڑی قوت کے دباؤ کے سامنے ڈٹ جائے تو پھر وہ انتخاب اور جمہوری عمل سب کو بھول جاتے ہیں' جیسا کہ الجزائر میں ہوا۔ لیکن ہمیں یقین ہے کہ پاکستان کے حالات مختلف ہیں اور انشاء اللہ یہاں انتخابی عمل ہی کے ذریعہ صحیح قیادت ابھر کر قوم کے سامنے آئے گی۔

اس احساس اور یقین کے باوجود اس امر سے انکار مشکل ہے کہ ہمارے انتخابی نظام میں ایسی خرابیاں موجود ہیں جن کی وجہ سے صحیح قیادت کے ابھرنے میں بڑی دقتیں اور مشکلات حائل ہیں۔ یہاں اکثریت کی تائید کے بغیر بھی عوام کا "نمائندہ" منتخب ہونے کا راستہ پیسہ'

اثرورسوخ' برادری اور گروہی عصبیت کی گرفت' میڈیا کا رول --- یہ ساری باتیں اہم ہیں اور ان کے ساتھ صدیوں کے زوال نے اچھائی اور برائی میں تمیز کی صلاحیت اور ذوق کو بھی متاثر کیا ہے جس کا نوحہ اقبال نے کیا تھا کہ ؎

تھا جو ناخوب بتدریج وہی خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

دو صدیوں کی غلامی اور خود آزادی کے بعد مغرب کی تہذیبی یلغار کے نتیجہ میں آبادی کے ایک حصہ کو اسلامی تہذیب و ثقافت کے رشتوں سے کاٹ کر ایک لبرل طرزِ زندگی کا رسیا بنایا گیا ہے اور اثرونفوذ کے سرچشموں پر اپنے ایسے تہذیبی وارث بٹھا دیے ہیں کہ ان کے زیرِاثر ایک عام شہری اپنے ایمان اور ضمیر کے مطابق اپنی رائے کا اظہار نہیں کر پاتا' یہی وجہ ہے کہ جہاں جاگیردار اور سرمایہ دار معیشت کی شہ رگ پر قابض ہوں' چودھری اور تھانیدار عزت و وقار کی دھجیاں اڑانے پر قادر ہوں' جہاں عدل نایاب ہو اور ظلم عام ہو 'امیر' امیر تر اور غریب' غریب تر ہو رہے ہوں' لوگ کارخانوں پر کارخانے بنائے چلے جا رہے ہوں اور عام آدمی کی دو وقت کی روٹی چھوٹی سے چھوٹی اور گراں سے گراں تر ہوتی جارہی ہو' جہاں معاشی اصلاح و ترقی کے ہر اقدام کے نتیجہ میں کڑوی گولی "عام شہری" ہی کو نگلنا پڑے اور مزید عیش کے لڈو "مفاد پرست طبقہ" کے حصہ میں آئیں --- گویا جہاں معاشی و معاشرتی آزادی نہ ہو' وہاں جمہوری آزادی کے بطن سے صحیح نتائج پیدا ہونے کی خوش کن امیدیں کیسے وابستہ کی جاسکتی ہیں؟

ماضی قریب میں ہونے والے واقعات ہر جگہ' ہر شخص کی رائے پر دور رس نتائج کے حامل واقعات کے مقابلہ میں زیادہ اثر انداز ہوتے ہیں۔ آج کیا ہوا ہے' اس سے رائے فوراً متاثر ہوجاتی ہے۔ اس رائے سے کل کیا ہوگا' یہ عموماً نگاہوں سے اوجھل رہ جاتا ہے۔ حالیہ انتخاب سے پہلے بھی سیاسی سٹیج پر جو ڈرامے رچائے جاتے رہے ہیں' بے شمار ناظرین کے ذہنوں پر انہی کی تصاویر نقش ہیں اور وہ ماضی کی تمام خراشوں اور مستقبل کے تمام یقینی خطرات کو نظرانداز کرکے' انہی تصاویر سے مسحور ہو کر ووٹ دینے کی سوچ رہے ہیں۔

پھر اگر لوگوں کے لیے صحیح رائے قائم کرنا اور اس کا اظہار کرنا ممکن بھی ہو جب بھی یہ شبہ اپنی جگہ وزن رکھتا ہے کہ جن قوتوں نے اپنے مقاصد کے لیے ملک کو ان انتخابات میں مبتلا کیا ہے وہ مشکل ہی سے لوگوں کی مرضی کے مطابق حکومت بننے دیں گی۔

یہی وجہ ہے کہ ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ ان انتخابات کے نتیجہ میں ملک کی حکومتی قیادت میں کوئی انقلابی تبدیلی آ جائے گی۔ لیکن ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات سے اس بات کی پوری

امید ہے کہ تحریکِ اسلامی نے اسلامک فرنٹ کی صورت میں جو انتخابی حکمتِ عملی اختیار کی ہے وہ مستقبل میں انقلابی تبدیلی کی بنیاد ضرور رکھ دے گی۔ اپنے قیام کے پہلے ۱۰۰ دن ہی کے عرصہ میں فرنٹ نے تین بڑی سیاسی قوتوں میں سے ایک قوت کا مقام حاصل کرلیا ہے' الحمد للہ علی ذالک۔ یہ وہی مقام ہے جس کے امکانات کو بڑے بڑے تجزیہ نگار قلم زد کرچکے تھے۔ اب وہ بھی اس کا سنجیدگی سے نوٹس لے رہے ہیں۔ آج فرنٹ کے جلو میں ہر حلقے سے لوگ آرہے ہیں ۔ اسلام دوست بھی 'غیر جانبدار بھی' خاموش اکثریت سے بھی اور دونوں کیمپوں سے بھی' لوگ فرنٹ کی طرف آرہے ہیں۔ جب فرنٹ قائم ہوا تھا تو لوگ پوچھتے تھے' (بڑے بڑے نام لے کر)' کون آیا ؟ اور ہم یہی کہتے تھے کہ ہم کو نام درکار نہیں' ہمیں عوام سے سروکار ہے۔ چنانچہ اب سب نے دیکھ لیا کہ لوگ جوق در جوق فرنٹ میں آرہے ہیں' ان کے نام اخباروں میں تو نہیں چھپ سکتے' لیکن ان کو سر کی آنکھوں سے دیکھا جاسکتا ہے۔ یہ سب کچھ سراسر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم ہی سے ممکن ہوا ہے۔

فرنٹ نے جو مقام حاصل کیا ہے' وہ کتنی سیٹوں کی صورت میں کیش ہوسکے گا ؟ اس سوال کا جواب تو فی الحال ممکن نہیں۔ ان انتخابات میں اتنے نئے عوامل داخل ہو گئے ہیں کہ ماضی کے تجزیوں اور نتائج کی بنیاد پر کوئی پیش بینی مشکل ہے۔ البتہ ایک بار پھر اس حقیقت کا اعادہ ضروری سمجھتے ہیں کہ چھوٹی یا بڑی برائی سے چپکے رہ کر چند سیٹیں لیتے رہنے کا بالآخر حاصل صفر ہے۔ اس وقت اصل مسئلہ چند سیٹوں کا نہیں بلکہ ملک کو اس دلدل سے نکالنے کے لیے ایک حقیقی متبادل قوت کو ابھارنے کا ہے' اور یہی فرنٹ کا اصل ہدف ہے۔ فرنٹ نے قوم کے سامنے اس کے اصل ایشوز کو رکھا ہے اور اس طرح اس نے نہ صرف قوم کو صحیح اہداف سے روشناس کیا ہے بلکہ شخصی سیاست کی گرفت سے نکلنے کا راستہ بھی دکھا دیا ہے۔ دونوں بڑی پارٹیاں ایک دوسرے پر الزام تراشی سے آگے نہیں بڑھ سکی ہیں اور ایک دوسرے کو سمندر میں پھینکنے اور غیر ملکوں کا ٹکٹ دلانے کا منظر قوم کے سامنے پیش کر رہی ہیں۔ جب کہ فرنٹ نے مظلوم اور پسے ہوئے انسانوں کے حقیقی مسائل اور پاکستان کی آزادی اور نظریہ کے تحفظ کو درپیش چیلنجوں کو قوم کے سامنے رکھا ہے 'ان اسباب کی نشاندہی کی ہے جن کی وجہ سے آج تک قوم کے وسائل مخصوص طبقات کے مفاد کے لیے استعمال ہوتے رہے اور عوام اپنی ہی دولت سے محروم رہے' فرنٹ نے ملک کے ان مظلوم عوام کو ایک امید دلائی ہے اور نئی روشنی دکھائی ہے جو سیاسی عمل ہی سے مایوس ہو چکے تھے ۔ پھر سب سے بڑھ کر فرنٹ نے عام انسانوں اور متوسط طبقے کے لوگوں کو یہ حوصلہ دیا ہے کہ وہ انتخاب کے میدان میں اتریں اور روایتی قیادت کے

جاگیرداروں' سرمایہ داروں اور بڑے بڑے لیڈروں کا مقابلہ کریں اور اپنا مستقبل خود اپنے ہاتھوں تعمیر کرنے کا تجربہ کریں۔ اس نے ملک کی سیاسی فضا کو تبدیل کر دیا ہے۔ اس نے پرانے اندازوں اور ضابطوں کو غیر موثر بنا دیا ہے۔ اس نے تبدیلی کا دروازہ کھول دیا ہے --- اور اب تبدیلی انشاء اللہ آکر رہے گی۔

فرنٹ کا منشور اور اس کا پروگرام نئے نظامِ زندگی کا ایک واضح اور حقیقت پسندانہ نقشہ پیش کرتا ہے ' جو اس بات کا ثبوت ہے کہ فرنٹ نے محض جذباتی نعروں کا سہارا نہیں لیا بلکہ اس کے پروگرام کی پشت پر برسوں کی تحقیق اور علمی اور عملی کاوش کا ذخیرہ موجود ہے۔ اسی طرح فرنٹ نے جو نمائندے قوم کے سامنے پیش کیے ہیں الحمد للہ ان کے دامن بدعنوانیوں کے داغ سے پاک ہیں۔ وہ اپنی صاف ستھری زندگیوں کے ساتھ عوام میں روزوشب گزارنے والے ہیں۔ ان کا تعلق کسی مفاد پرست گروہ 'کسی ظالم طبقہ یا خاندان سے نہیں ۔ وہ عام انسانوں میں سے ہیں۔ ان کی جڑیں متوسط طبقوں میں ہیں اور ان میں اعلیٰ تعلیم یافتہ' تجربہ کار' پروفیشنلز (Professionals) --- ڈاکٹر' انجینئر' وکیل' علماء' استاد' کاریگر' کسان اور متوسط تاجر شامل ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو قوم کے مسائل سے آگاہ ہیں اور ان کو حل کرنے کا عزم اور تجربہ رکھتے ہیں۔ یہی وہ نئی قیادت ہے جو روایتی جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کی قیادت سے ملک کو نجات دلا سکتی ہے اور جو ایک بار پھر پوری قوم کو ان مقاصد کے حصول کے لیے تیار کر سکتی ہے جن کے لیے یہ ملک ایک فقید المثال عوامی جدوجہد کے ذریعہ وجود میں آیا تھا۔

---

پاکستان اسلامی فرنٹ کی دعوت اور اس کی جدوجہد ابھی اپنے ابتدائی مراحل میں ہے۔ ہماری نگاہ ۶ اور ۹ اکتوبر پر بھی ہے اور اس کے بعد پر بھی۔ یہ فرنٹ محض کوئی موسمی تنظیم نہیں جو انتخاب کے موسم میں وجود میں آئے اور بس ! اس کی پشت پر پچاس سال کی نظریاتی اور تنظیمی جدوجہد ہے اور اس کے سامنے ایک حقیقی' اسلامی 'فلاحی اور جمہوری پاکستان کی تعمیر کا معرکہ ہے۔ اس کا میدانِ کار پارلیمنٹ اور اسمبلیاں بھی ہیں اور ان کے باہر بھی ہے۔ یہ پاکستان کے گلی اور کوچوں 'گھروں اور محلوں' مسجدوں اور مدرسوں' بازاروں اور صنعتی اداروں' کھیت اور چوپالوں میں کام کرنے والوں کا فرنٹ ہے۔ اس کی آواز صرف ایوانوں میں ہی نہیں گلی کوچوں میں بھی گونجے گی۔

فرنٹ کی جدوجہد کو ابھی چند مہینے ہی ہوئے ہیں لیکن مخالفین کے یہاں خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگی ہیں اور اس کے خلاف طرح طرح کے محاذ کھڑے کیے جا رہے ہیں ۔ پٹے ہوئے

اعتراضات ایک بار پھر گردش میں آ گئے ہیں۔ چلے ہوئے کارتوسوں سے ایک بار پھر دل بہلائے جا رہے ہیں۔ پرانے کھلاڑی پھر میدان میں لائے جا رہے ہیں۔ ایک طرف تعاون اور تائید کی باتیں ہوتی ہیں اور دوسری طرف جھوٹے الزامات سے بلیک میل کرنے کا کھیل کھیلا جاتا ہے۔ یہ سب اس بوکھلاہٹ کے مظہر ہیں جو فرنٹ کی دعوت کی مقبولیت نے ان کیمپوں میں پیدا کر دی ہے جو اپنے آپ کو سیاست کے اجارہ دار سمجھتے ہیں اور جن کی کوشش رہی ہے کہ اقتدار انہی محدود دائروں میں گردش کرتا رہے۔ نوبت بہ ایں جا رسید کہ عبوری وزیراعظم صاحب انتخاب سے پہلے ہی اس تجویز کے داعی بن گئے ہیں کہ نواز شریف کی مسلم لیگ اور بینظیر کی پیپلزپارٹی کی مخلوط حکومت قائم ہو جائے۔ اس تجویز سے جہاں اربابِ اقتدار کی بوکھلاہٹ ظاہر ہے وہیں اس راز سے بھی پردہ اٹھ جاتا ہے (اگر اسے راز سمجھا جائے تو) کہ جو قوتیں موجودہ عبوری حکومت کی پشت پر ہیں --- اور دراصل جناب معین قریشی صاحب کی عبوری حکومت بھی مسلم لیگ' پیپلز پارٹی' اور سابق صدرِ مملکت کے ایماء پر اور تائید سے قائم ہونے والی ایک مخلوط حکومت ہی ہے--- وہ مستقبل کے لیے کیا کیا نقشے بنا رہی ہیں۔ اگر ان کی پسندیدہ دونوں پارٹیوں میں سے کوئی ایک واضح اکثریت نہ لے سکے' جس کا غالب امکان ہے' تو اسلامی فرنٹ کو فیصلہ کن رول سے محروم رکھنے کے لیے ابھی سے دونوں کی مخلوط حکومت کا تانا بانا بنا جا رہا ہے۔ یہ وہی نسخہ ہے جس پر ترکی میں عمل ہو چکا ہے اور سلیمان ڈیمرل اور بلند ایجوت کی سیکولر پارٹیوں کو ملی سلامت کے مقابلہ میں جمع کیا گیا تھا۔ اس پر اسرائیل میں لیکوڈ اور لیبر عمل کر چکے ہیں۔ یہ خالص امریکی نسخہ ہے اور اچھا ہوا کہ معین قریشی صاحب نے انتخاب سے پہلے ہی منصوبہ کے اس حصہ سے پردہ اٹھا کر اس حقیقت کو بھی بے نقاب کر دیا کہ بینظیر ہوں یا نواز شریف دونوں ایک ہی امریکی ترکش کے دو تیر ہیں۔

---

ایک لابی بڑے شدومد سے اس غلط فہمی میں قوم کو مبتلا کرنے کی کوشش کر رہی ہے کہ امریکہ کا اصل گھوڑا پیپلزپارٹی ہے 'جب کہ نواز شریف کو اس لیے رخصت کیا گیا کہ وہ امریکہ کے سامنے جھکنے کو تیار نہیں تھے۔ اس صغریٰ اور کبریٰ کا اصل ہدف یہ ہے کہ دین پسند قوتوں کو طوعاً"وکرھاً" نواز شریف کا' ان کی تمام وعدہ خلافیوں' ناکامیوں اور بے وفائیوں کے باوجود (جن کا سب اعتراف کرتے ہیں) ساتھ دینا چاہیے ورنہ مذہبی ووٹ کے بٹنے کا فائدہ پیپلزپارٹی کو پہنچ جائے گا۔

مغرب کی سیاست کا جن لوگوں نے گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں مغربی اقوام

آج جو کھیل اسلامی ممالک میں کھیل رہی ہیں' وہ کثیر جہتی حکمتِ عملی ہے۔ وہ اپنے مقاصد کے حصول کے لیے مکمل طور پر سیکولر اور نسبتاً" ہلکے رنگ کے سیکولر دونوں عناصر کو استعمال کر رہے ہیں اور جس قوت کو وہ "بنیادپرست" (fundamentalist) کہتے ہیں اس کا راستہ روکنے کے لیے ان دونوں عناصر کی بیک وقت پشت پناہی کرتے ہیں تاکہ ان میں سے کوئی نہ کوئی ضرور کامیاب ہو جائے۔ ترکی میں گرسل کے مارشل لاء سے قبل ری پبلکن پارٹی اور ڈیموکریٹک پارٹی' اس کے بعد کے جمہوری دور میں جسٹس پارٹی (ڈیمرل) اور ری پبلکن پیپلزپارٹی (ایجوت) اور ایورین کے مارشل لاء کے بعد ترگت اوزال کی مدرلینڈپارٹی' ڈیمرل کی جماعت اور انونو کی سوشل ڈیموکریٹک پارٹیاں اور ان کی مخلوط حکومتیں اس حکمتِ عملی کی واضح مثال ہیں۔

محترم میاں نواز شریف نے اقتدار میں آتے ہی محترمہ عابدہ حسین کو دینی سیاسی قوتوں کی شدید مخالفت کے باجود امریکہ میں سفیر مقرر کیا۔ موصوفہ نے وہاں جس حکمتِ عملی پر شدت سے عمل کیا وہ یہ تھی کہ اب پاکستان میں سیاسی اور فوجی دونوں قیادتیں لبرل ہیں' جو امریکہ کی بہترین معاون قوت ہیں۔ اسرائیل کو تسلیم کرنے کے بارے میں بھی جو موقف محترمہ نے اختیار کیا سب کو معلوم ہے اور شروع میں جناب نواز شریف صاحب نے ان کے بیان کا انکار کیا' لیکن جب اصل بیان کا ٹیپ خود محترمہ کی آواز میں فراہم کر دیا گیا' تو خاموش ہو گئے' لیکن کوئی اقدام نہیں کیا۔ کشکول گدائی توڑنے کا بہت بلند بانگ انداز میں اعلان کیا لیکن ورلڈبنک اور آئی ایم ایف کا پیکیج وزارتِ خزانہ نے اسی طرح قبول کیا جس طرح پی پی کی حکومت نے کیا تھا۔ بیرونی امداد اسی طرح عملاً حاصل کی اور نواز شریف صاحب کی حکومت کے دور میں ۹۱-۱۹۹۰ سے ۹۳-۱۹۹۲ تک بیرونی قرضوں کی پوزیشن یہ رہی:

| سال | قرضے۔ وعدہ | حاصل شدہ قرضہ |
|---|---|---|
| ۹۱-۱۹۹۰ | ۲.۵۷۶ بلین ڈالر | ۲.۱۵۶ بلین ڈالر |
| ۹۲-۱۹۹۱ | ۲.۶۸۹ بلین ڈالر | ۲.۴۷۱ بلین ڈالر |
| ۹۳-۱۹۹۲ | ۲.۸۰۵ بلین ڈالر | ۲.۳۴۱ بلین ڈالر |

(حوالہ پاکستان اکنومک سروے ۹۳-۱۹۹۲ صفحہ ۱۷۵)

اس کے علاوہ وہ پانچ بلین ڈالر کے قرضے ہیں جو وقتی طور پر مبادلہ خارجہ کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے تجارتی بنکوں سے حاصل کیے گئے نیز اس میں وہ رقم بھی شامل ہے جو بیرونی اکاؤنٹس میں بطور Deposit وصول ہوئی اور جو ایک لازمی ادائیگی (Liability) ہے' ملاحظہ ہو ڈاکٹر محبوب الحق کا

مضمون "A National Debt Strategy" (The News 23 Sep 1993) - ڈاکٹر محبوب الحق جو جناب نواز شریف کے قریبی ساتھی ہیں' اس مضمون میں لکھتے ہیں'

اصل مشکل گزشتہ چند سالوں میں پیدا ہوئی ہے اور اس کی وجہ وہ قلیل المیعاد واجبات ہیں جن کی مجموعی مالیت پانچ ارب ڈالر ہے۔ اس کا سبب زرمبادلہ کی جمع شدہ رقم اور تجارتی بینک سے حاصل کردہ قلیل المیعاد قرضے ہیں۔ یہ وہ چیز ہے جس نے زرمبادلہ کے ذخائر ناکافی ہونے کی وجہ سے ملک کو مالی دیوالیہ پن کی حد تک پہنچا دیا ہے۔

ڈاکٹر محبوب الحق کا یہ سرٹیفکیٹ صرف نواز حکومت کی مالی معاملات میں شدید غیرذمہ داری ہی پر مہرِ تصدیق ثبت نہیں کرتا بلکہ اوپر کے تمام اعداد و شمار اس عملی تعاون اور مدد کا بھی منہ بولتا ثبوت ہیں جو امریکہ اور مغربی ممالک اس حکومت کو اس پورے عرصے میں دیتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ ۹۰۔ ۱۹۸۹ اور ۹۳۔ ۱۹۹۲ کے درمیان بیرونی مقروضیت (Indebtedness) میں نمایاں اضافہ ہوا جو مندرجہ ذیل اعداد و شمار سے ظاہر ہے:

مقروضیت کی حالت (Total Debt outstanding)

| سال | موصول شدہ | زیرِ وصولی | کل |
|---|---|---|---|
| ۹۰۔۱۹۸۹ | ۱۵.۰۹۴ بلین ڈالر | ۸.۲۷۹ بلین ڈالر | ۲۳.۳۷۳ بلین ڈالر |
| ۹۳۔۱۹۹۲ | ۱۸.۴۲۳ بلین ڈالر | ۹.۸۵۰ بلین ڈالر | ۲۸.۲۷۳ بلین ڈالر |

(حوالہ پاکستان اکنامک سروے ' ۹۳۔۱۹۹۲ صفحہ ۱۷۵)

اگر خارجہ پالیسی پر نظر ڈالیں تو صاف نظر آتا ہے کہ ہم نے عملاً اس زمانہ میں امریکہ کے طفیلی کی حیثیت اختیار کر لی تھی۔ گلف کی جنگ میں جو کردار رہا اگر اسے نظرانداز بھی کر دیا جائے تب بھی اس کی کیا توجیہہ ہے کہ صومالیہ میں جہاں امریکہ خالص استعماری مقاصد سے گیا' ہم اس کی فوج کا ہراول دستہ ہیں۔ غضب ہے کہ صومالیہ میں مقیم فوجوں میں سے' جو بظاہر اقوامِ متحدہ لیکن عملاً امریکہ کے حکم کے تحت کام کر رہی ہیں' ۲۴ ممالک کی فوجوں کی اکثریت نے امریکہ کے حکم پر لڑائی اور حملوں میں شرکت سے معذرت کرلی ہے۔ جرمنی نے شروع ہی سے اور اٹلی نے چند دن لڑ کر اپنا یہ حق منوایا ہے' تقریباً تمام عرب اور افریقی ممالک کی فوجیں بھی صرف امدادی کام کی ذمہ دار ہیں لڑائی میں شریک نہیں' لیکن پاکستان کی پانچ ہزار سے زیادہ فوج امریکہ کے مقاصد کی آلۂ کار بنی ہوئی ہے۔ اس پر سینٹ میں شدید گرفت کی گئی لیکن نواز

حکومت کی پالیسی میں کوئی تبدیلی نہ آئی اور آج تک نہیں آئی ہے۔ اسی طرح افغانستان کے معاملہ کو لیجیے۔ معاہدۂ پشاور خالص امریکی دباؤ کے تحت اور اس کے اہداف کے حصول کے لیے کرایا گیا اور بالآخر ایک ہی سال میں سب کو تسلیم کرنا پڑا کہ وہ معاہدہ فساد کی جڑ بنا اور افغانوں کو مزید بانٹنے اور لڑانے کا ذریعہ ہوا۔ یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ کشمیر کے معاملہ میں امریکہ کی دخل اندازی کے آگے جھکا گیا۔ ISI کے سربراہ اور ایک اور جرنیل کی تبدیلی خود امریکی وزارت خارجہ کے ترجمان کے مطابق ان کی خوشنودی کے حصول کے لیے کی گئی۔ اس سے زیادہ تفصیل دینا ملک کے مفاد میں نہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ کشمیر کے معاملہ میں ایسے ایسے پینترے بدلے گئے اور ایسے ایسے ڈرامے رچائے گئے کہ جب وقت آئے گا اور حقائق قوم کے سامنے آئیں گے تو معلوم ہوگا کہ کشمیر کی آزادی کی قسم کھانے والوں نے وقت آنے پر کس "جرات" کا مظاہرہ کیا اور اس وقت جب مقبوضہ کشمیر میں مسلمان مجاہد اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کررہے تھے پاکستان کی قیادت آنکھ مچولی کا کیا کھیل کھیل رہی تھی اور "تھرڈ آپشن" تک کے لیے تیار تھی۔

جہاں تک امریکہ کی خوشنودی کے حصول اور اس کی شرائط پر سرِ تسلیم خم کرنے کا تعلق ہے دونوں بڑی پارٹیاں ایک دوسرے سے سبقت لینے کی کوشش کرتی رہی ہیں اور جو اسلام پسندی کے دعوے دار ہیں ان کے نمائندوں نے تو یہاں تک کہا' اور اس کا دستاویزی ثبوت بھی موجود ہے' کہ ساری خرابی کی جڑ جماعتِ اسلامی ہے!

اب اگر کوئی ہمیں یہ سمجھانے آتا ہے کہ نواز مسلم لیگ کا ساتھ دے کر امریکہ کے عزائم کے آگے بند باندھا جاسکتا ہے تو یا وہ حقائق سے واقف نہیں اور جو geo political کھیل کھیلا جارہا ہے اس کا اسے ادراک نہیں یا پھر وہ نصیحت کے شوق میں صداقت اور حکمت سب سے بے نیاز ہوگیا ہے۔

اس پس منظر میں یہ بات سمجھنا شاید مشکل نہ ہو کہ اگر دونوں میں سے کوئی بھی اکثریت حاصل کرلیتا ہے تو اسے امریکہ کی آشیرباد حاصل ہوگی اور متبادل بھی اس کا ہمنوا ہوگا۔ اگر دونوں میں سے کوئی بھی اس پوزیشن میں نہ ہو تو پھر دونوں کی "مخلوط حکومت" قائم کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ اس پس منظر میں سہ ماہی نگران حکومت بڑے بڑے مستقل اور طویل المدت اقدامات کر رہی ہے۔ معاشی پیکیج کے بارے میں تو عبوری وزیراعظم نے تین بار اور ان کے وزیرخزانہ اور وزیراطلاعات نے متعدد بار یہ اعلان کیا ہے کہ میاں نوازشریف صاحب اور محترمہ بے نظیر صاحبہ دونوں سے مشورہ ہوا تھا اور دونوں ہی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ سابق وزیر خزانہ سرتاج عزیز صاحب نے بھی بیان دیا ہے کہ موجودہ حکومت بڑی حد تک ہماری

ہی پالیسیوں پر عمل کر رہی ہے' ورلڈ بینک کے نمائندے بھی کہہ رہے ہیں کہ مارچ ۱۹۹۳ میں نواز حکومت کے وزیر خزانہ نے پیکیج کے بڑے بڑے حصوں پر اتفاق کیا تھا' پھر مئی ۱۹۹۳ میں پی پی کے وزیر خزانہ جناب فاروق لغاری نے اسے قبول کیا اور بالآخر عبوری وزیراعظم معین قریشی صاحب نے اسے جولائی ۱۹۹۳ میں نافذ کیا۔ یہ ہے ان لوگوں کے ہاتھوں پاکستان کی معاشی پالیسی سازی کا رنگ و آہنگ اور یہ ہے ہماری معاشی اور سیاسی آزادی کا حدود اربعہ ؎

تیرے نشتر کی زد شریانِ قیسِ ناتواں تک ہے!

---

حالیہ انتخابی مہم کے نتیجہ میں اسلامک فرنٹ ایک مضبوط عوامی قوت بن جائے' تب ہی ان سنگین خطرات کے تدارک کی کوئی صورت پیدا ہو سکتی ہے جو ملک و ملّت کو درپیش ہیں۔ ورنہ اس ملک میں ایک زبردست خلا ہو گا۔ وہ مخلص اور دردمند محبِ دین و وطن عناصر جو آج گوناگوں قسم کے مغالطوں کا شکار ہو کر فرنٹ کی اہمیت اور ضرورت کو سمجھنے سے قاصر ہیں' اس کی انتخابی حکمت عملی سے ناراض ہیں' خیر کے بجائے چھوٹی برائی کا ساتھ دینے پر مصر ہیں' کمین گاہوں میں بیٹھ کر اپنوں پر تیر چلانے سے بھی دریغ نہیں کر رہے --- اغلب ہے کہ ان کو وہ منظر بھی دیکھنا پڑے جب چھوٹی اور بڑی برائی مل کر ایک بہت بڑی برائی بن جائیں' اور یہ پردہ بھی چاک ہو جائے کہ کون امریکہ کے ہٹانے سے ہٹا' کس سے امریکہ ناراض ہے' اور کس کو وہ پاکستان میں برسرِاقتدار لانا چاہتا ہے۔ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ (الطارق ۸۶: ۹'جس روز پوشیدہ اسرار کی جانچ پڑتال ہوگی) تو آخرت میں وقوع پذیر ہو گا' لیکن کیا عجب کہ کچھ پردہ اس دنیا میں بھی چاک ہو جائے۔

---

انتخابات میں حصہ لینے والوں کی خوبیوں اور خامیوں اور ان کے ماضی اور حال سے ووٹر بڑی حد تک واقف ہو گئے ہیں۔ اخبارات میں بھی کھل کر بحثیں ہو رہی ہیں۔ بینکوں کے نادھندگان کی فہرست' انکم ٹیکس چرانے والوں کی فہرست' کوآپریٹوز کے مظلوم ڈیپازیٹرز کی رقوم کو ہضم کرنے والوں اور ان سے ناجائز فائدہ اٹھانے والوں کی فہرستیں' پلاٹوں اور پرمٹوں کی تقسیم کرنے والوں اور ان کو وصول کرنے والوں کی فہرستیں' بجلی' گیس' پانی اور سرکاری مکانات کی رقوم نہ ادا کرنیوالوں کی فہرستیں --- کس کس فہرست کا ذکر کیا جائے۔ اہلِ سیاست اور اہلِ دولت و ثروت کی جو تصویر قوم کے سامنے آئی ہے' اس نے تو سب کچا چھٹا کھول کر رکھ دیا ہے۔ ایک آئینہ ہے جس میں ہر ایک کی تصویر دیکھی جا سکتی ہے ۔آج ووٹر کو اپنے اور اپنے ملک کے مستقبل کا فیصلہ

کرتے وقت سابقہ حکمرانوں اور مستقبل کے دعوے داروں کو دو ہی میزان پر پرکھنا چاہیے ---
ایک پالیسی اور دوسرے کردار اور صلاحیت۔

ہم اب ان دونوں ہی پہلوؤں سے چند گزارشات اپنے ہم وطنوں سے کرنا چاہتے ہیں' خصوصیت سے ان تمام بھائیوں اور بہنوں سے جن کے ووٹ سے ملک کے مستقبل کا فیصلہ ہونا ہے۔

۱۔ آپ جس کو حکومت کرنے کے لیے ووٹ دیتے ہیں' ملک کے سارے وسائل آپ اس کے سپرد کرتے ہیں۔ یہ وسائل آپ کا مال ہیں' ان کو آپ کی فلاح و بہبود کے لیے خرچ ہونا چاہیے۔ اسلام کی رو سے ان وسائل کی حیثیت مالِ یتیم کی ہے۔ جن کو اپنی گزر بسر کے لیے اس مال کی حاجت نہ ہو' ان کا اس سے بچنا ہی اولیٰ ہے۔ **مَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ** (النساء ۴ : ۶) "یتیم کا جو سرپرست مالدار ہو وہ پرہیزگاری سے کام لے۔" اور جو اس مال کو ناجائز کھاتے ہیں' وہ دراصل اپنے پیٹ میں آگ کے انگارے بھرتے ہیں۔

**اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا**
(النسا ۴ : ۱۰)

جو لوگ ظلم کے ساتھ یتیموں کے مال کھاتے ہیں درحقیقت وہ اپنے پیٹ آگ سے بھرتے ہیں اور وہ ضرور جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونکے جائیں گے۔

آج جو لوگ آپ کے خیر خواہ بن کر اور آپ کی ترقی اور فلاح و بہبود کا نعرہ لگا کر آپ کے ووٹ کے طلب گار ہیں' جو دونوں بڑے فریقین سے تعلق رکھتے ہیں' وہ گزشتہ ۱۵ سالوں میں کبھی نہ کبھی' آپ کے پاکستان کے بیش قیمت اموال کے 'اموالِ یتامیٰ کے' امین و نگران رہے ہیں۔ یہ کس طرح آپ کا مال لوٹ کھسوٹ کر کھاتے رہے ہیں' آپ اس سے بخوبی واقف رہے ہیں۔ لیکن اب آپ کے سامنے ان کا اعمال نامہ ہے۔ آپ نے دیکھا کہ انہوں نے کس جرات اور بے دردی سے قوم کے وسائل کو لوٹا' ان کو اپنے ذاتی فائدہ کے لیے استعمال کیا۔ مالِ یتیم کو اپنے اور اپنے دوستوں کے لیے حلال کیا اور اصل یتیم بلکتے اور تڑپتے رہے' انہوں نے بیت المال کو بھی نہ چھوڑا' زکوۃ فنڈ بھی ان کی دسترس سے نہ بچا' اگر غریبوں کو کچھ دیا بھی تو اس کی تشہیر اس سے زیادہ کی۔ انہوں نے سرکاری خزانہ کو ذاتی عیش و عشرت کے لیے استعمال کیا۔ ان کی شاہ خرچیوں کا اندازہ اس سے کیجیے کہ اپنے گھروں کی زیبائش 'اپنے اور اپنے عزیزوں کے علاج' اپنے بیرونی سفروں پر درجنوں افراد کی سیر و تفریح' غرض کہاں کہاں انہوں نے قومی خزانے کو لٹایا۔ صرف ایک مثال اس ہوائی جہاز کی ہے جو وزیر اعظم صاحب نے عین اس وقت جب ملک سیلاب میں ڈوبا ہوا

تھا ایک ارب ۳۸ کروڑ روپے کی خطیر رقم خرچ کر کے اپنے سفر کے لیے قومی خزانے سے حاصل کیا۔ حالانکہ اس سے پہلے ایک خصوصی ہوائی جہاز موجود تھا جس کی زیبائش (renovation) ان سے پہلے محترمہ بے نظیر صاحبہ نے تین کروڑ کی رقم سرکاری خزانہ سے خرچ کر کے کرائی تھی۔ صرف اس ایک جہاز کی رقم سے تین ہزار سکول پاکستان کے ان بچوں اور بچیوں کے لیے کھل سکتے تھے جو تعلیم سے محروم ہیں اور اس سے کم ازکم ۱۵ ہزار افراد کو ان سکولوں میں روزگار میسر آ سکتا تھا۔

کیا آپ ایک بار پھر انہی لوگوں کے ہاتھوں میں اپنے اموال اور اپنی امانتیں دینے کو تیار ہیں؟ وہ اموال جن سے آپ کو روزگار مل سکتا ہے' ٹریکٹر مل سکتے ہیں' کھاد اور بیج مل سکتے ہیں' سڑکیں بن سکتی ہیں' آپ کے گاؤں کے سکولوں پر چھت پڑ سکتی ہے' اور بچوں کے بیٹھنے کے لیے بینچیں خریدی جاسکتی ہیں۔ فیصلہ آپ کا ہے' مقدر بھی آپ کا' جو آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

۲ - جو لوگ آپ سے ووٹ کے طلب گار ہیں ان میں وہ لوگ بھی ہیں' خصوصیت سے دونوں سابق حکمران پارٹیوں یعنی پیپلزپارٹی اور نواز لیگ سے وابستہ لوگ' جن کی عملی کارکردگی آپ دیکھ چکے ہیں' ان کے وعدوں کو ان کے عمل کی کسوٹی پر پرکھیں۔ پیپلزپارٹی دو بار برسراقتدار رہ چکی ہے۔ ۱۹۷۲ سے ۱۹۷۷ تک اور پھر دسمبر ۱۹۸۸ سے اگست ۱۹۹۰ تک دونوں ادوار کا بے لاگ جائزہ لیجیے۔ انقلابی اصلاحات کے نام پر ملک کا کس بے دردی سے استحصال کیا گیا۔ ۷۷ - ۱۹۷۲ کے دوران قومی دولت (GDP) میں اضافہ ۴.۷ فیصدی ہوا جو گزشتہ دہائی کے اوسط سے کہیں کم ہے' لیکن زراعت میں اضافہ کا اوسط صرف ۲.۱ ٪ اور بڑی صنعت میں اضافہ کا اوسط صرف ۲.۴۹٪ تھا۔ بیرونی قرضوں کا بار اس زمانہ میں ۳.۷ بلین ڈالر سے بڑھ کر ۶.۳۴ بلین ڈالر ہوا۔ یعنی تقریباً سو فیصدی کا اضافہ۔ اس زمانہ میں افراطِ زر یعنی مہنگائی کا اوسط ٪ ۱۷.۷ سالانہ رہا - یہ تھا پیپلزپارٹی کا اوّلین دور جس کی خرابیوں اور فساد کی سزا ملک آج تک بھگت رہا ہے۔

محترمہ بے نظیر صاحبہ کا دورِ حکومت بھی معاشی اور سیاسی ہر دو پہلوؤں سے تباہ کن رہا۔ ملک کی معاشی آزادی کا سودا ورلڈ بینک کے ہاتھوں کردیا گیا۔ بے روزگاری میں مسلسل اضافہ ہوا۔ قومی پیداوار میں اضافہ کی شرح پست رہی یعنی ٪۴.۸۱ (۸۹-۱۹۸۸) اور ٪ ۴.۵ (۹۰-۱۹۸۹) جبکہ ۹۰-۱۹۸۹ میں ۸۹-۱۹۸۸ کے مقابلہ میں مالیاتی assets میں اضافہ تین گنا ہوا جس کے نتیجہ میں ۹۱-۱۹۹۰ میں افراطِ زر دوگنا ہو گیا یعنی ۶ فیصدی سے بڑھ کر ۱۲.۷ فیصدی اندرونی قرضوں میں ان ۲۰ ماہ میں اضافہ تقریباً ۹۱ ارب روپے کا ہوا یعنی جونیجو صاحب کے دور میں اندرونی قرضوں کا بوجھ ۲۹۰ بلین روپے تھا جو ان ۲۰ ماہ میں بڑھ کر ۳۸۱ بلین ہوگیا۔ بیرونی قرضوں میں بھی تقریباً سوا

دو ارب ڈالر کا اضافہ ہوا یعنی کل بیرونی قرضہ ۱۲.۹ ارب ڈالر سے بڑھ کر ۱۵.۲ ارب ڈالر پر پہنچ گیا۔ سب سے خطرناک پہلو ملک کی معیشت پر IMF کی گرفت اور معاشی پالیسی کا آئی ایم ایف کی شرائط کے تابع ہو جانا ہے۔

پھر جس بے اصولی اور خود پسندی کا مظاہرہ اس دور میں ہوا وہ تشویش ناک ہے۔ اقتدار سنبھالتے ہی بلا تحقیق مجرموں کی ایک بڑی تعداد کو رہا کردیا گیا۔ سرکاری عہدوں پر استحقاق کے بغیر اور تمام قواعد و ضوابط کو نظرانداز کرکے ہزاروں "جیالوں" کا تقرر عمل میں آیا۔ اسٹیٹ بینک کے گورنر کو اس لیے برطرف کردیا گیا کہ اس نے خلافِ ضابطہ تقرریوں کے بارے میں تساہل سے کام لیا۔ بینکوں کو وزیراعظم کے دفتر ہی نہیں ان کے گھر کے تابع کردیا گیا اور وزیراعظم صاحبہ کے شوہر نے قرضوں کے پورے نظام کی باگیں سنبھال لیں۔ جس بینک نے کچھ بھی چون و چرا کی اس کے سربراہ کو بیک بنی ودوگوش فارغ کردیا گیا اور اس میں ڈی ایم قریشی جیسے بین الاقوامی شہرت کے بینکر تک کو نہ بخشا گیا۔ غرض معیشت کے ہر شعبے میں اس طرح دخل اندازی کی گئی کہ کوئی اصول، کوئی ضابطہ باقی نہ رہا۔ بدعنوانی اور کرپشن نے پورے ملک کو اپنی گرفت میں لے لیا۔

وزیراعظم صاحبہ کے سیکرٹریٹ کے اخراجات (۸۹ - ۱۹۸۸) ۵.۴ کروڑ روپے سے بڑھ کر (۹۰-۱۹۸۹) ۹ کروڑ ہوگئے۔ اور ان کی ذاتی حفاظت کا عملہ ۸۲۷ افراد پر مشتمل تھا۔ صرف سیکیورٹی پر ڈیڑھ کروڑ روپے سالانہ خرچ ہورہے تھے۔ وزیراعظم صاحبہ کے گھر پر صرف روز مرہ کے اخراجات ایک لاکھ ۸ ہزار روپے ماہانہ آرہے تھے۔

---

نواز شریف صاحب نے اس وعدے کے ساتھ ۱۹۹۰ میں اقتدار سنبھالا کہ وہ کشکولِ گدائی توڑ دیں گے اور ملک کو خود کفیل بنا دیں گے۔ ایک تاجر وزیراعظم سے توقع تھی کہ کم از کم معاشی معاملات کو سلجھانے میں دوسروں پر سبقت لے جائے گا۔ لیکن ہوا کیا؟ ملکی پیداوار یعنی GDP میں اضافہ کی رفتار جس کا ہدف ۷ فیصدی سالانہ تھا صرف ٪ ۵.۴۲ رہی۔ جبکہ ۹۰-۱۹۸۰ کا اوسط اضافہ ۶ فیصدی رہا ہے۔ ۹۳-۱۹۹۲ میں قومی پیداوار میں اضافہ صرف ۳.۰۳ فیصدی تھا جو گزشتہ دس سال میں سب سے کم اضافہ ہے۔

زراعت کی حالت سب سے خراب رہی۔ آخری سال میں زراعت میں پیداوار عملاً ۳.۸۹ فیصدی کم ہوگئی۔ زرعی پالیسی کے تین پیکیج کا کوئی اثر زرعی پیداوار پر نظر نہیں آتا۔ بڑی صنعت کی ترقی کا وزیراعظم کو بہت دعویٰ ہے لیکن حقائق ان دعووں کی تصدیق نہیں کرتے۔ ۹۲-۱۹۹۱ میں صنعتی سیکٹر میں اضافہ ۸.۸۲ فیصدی ہوا تھا جو ۹۳ - ۱۹۹۲ میں صرف ۵.۶۳ فیصدی رہ

گیا۔

۹۳-۱۹۹۲ پاکستان کی حالیہ تاریخ کا وہ سال ہے جس میں گزشتہ دس سال میں پہلی بار فی کس سالانہ آمدنی میں ۱۰ روپے کی کمی واقع ہوئی، ورنہ ماضی میں خواہ اضافہ کم ہو یا زیادہ، ہر سال کچھ نہ کچھ اضافہ ہی ہوا کرتا تھا۔

گندم، تیل، دالیں اور خوردنی تیل کے باب میں ملک برابر درآمدات کا محتاج رہا ہے۔ اور سال گزشتہ میں تو ۲ ملین ٹن گندم درآمد کرنا پڑی۔

بجٹ کا خسارہ اس پورے دور کا سب سے بڑا مسئلہ رہا ہے۔ حکومت کی گرفت خرچوں پر نہایت ڈھیلی رہی اور قرض اور نوٹ چھاپ کر معاشی ترقی اور خوشحالی کا ڈھونگ رچایا گیا۔ ۸۶-۱۹۸۵ میں بجٹ کا خسارہ ۳۹ بلین روپے تھا، جو بے نظیر صاحبہ کے آخری سال (۹۰-۱۹۸۹) میں ۵۶.۵۶ بلین تک پہنچ گیا تھا۔ مگر ۹۳-۱۹۹۲ میں نواز حکومت کی غلط معاشی پالیسیوں کے سبب یہ خسارہ ۹۵ بلین ہو گیا اور ۹۴-۱۹۹۳ کے بجٹ میں ۱۲۵ بلین کا خسارہ متوقع ہے۔اسی طرح تجارت کا توازن برابر خراب ہوا ہے اور ۱.۵ بلین ڈالر سے بڑھ کر ۳.۳ بلین ڈالر ہو گیا جس کی بڑی وجہ روئی اور چاول کی برآمد میں کمی ہے اور پیلی ٹیکسی سکیم کے لیے مناسب منصوبہ بندی کے فقدان کی وجہ سے ایک ہی سال میں ۵۰۰ ملین ڈالر کی عام کاروں اور دوسری vehicles کی درآمد کے علاوہ پیلی ٹیکسی پر ۷۵۰ ملین سے ایک بلین ڈالر تک کا اضافہ صرف بشکل مبادلہ خارجہ ہے۔

خود انحصاری کے دعوے داروں کے زمانہ میں بیرونی قرضوں میں اضافہ ہوا ہے اس کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں۔ اس پر مستزاد اندرونی قرضوں کا اضافہ ہے جو ۱۹۹۰ میں ۳۸۱ بلین روپے سے بڑھ کر ۹۳-۱۹۹۲ میں ۶۰۱ بلین تک پہنچ گیا ہے۔ یعنی ۳۰ ماہ میں تقریباً ۲۲۰ بلین روپے کا اضافہ!

نئے روزگار کی فراہمی کے بارے میں بھی بڑے دعوے کیے جا رہے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ صنعت، زراعت، اور دوسرے تمام دائروں میں رونما ہونے والے مواقع روزگار کے مقابلے میں ہر سال اس سے دوگنا افراد قومی لیبرفورس میں داخل ہو رہے ہیں۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ۱۹۸۰ میں بے روزگاروں کی تعداد ۹ لاکھ تھی جو ۸۶-۱۹۸۵ میں بڑھ کر ۱۰ لاکھ ہو گئی تھی اور اب ۹۳-۱۹۹۲ میں ۲۱ لاکھ ۲۰ ہزار ہے۔ اس میں جزوی بے روزگار شامل نہیں جس کے اضافہ کے بعد ملک میں بے روزگاری کا تناسب ۱۰ سے ۱۵ فیصدی ہو جاتا ہے جو ہولناک ہے۔

اس سلسلہ میں سب سے افسوس ناک بات یہ ہے کہ مسلم لیگ کی قیادت نے اس کے منشور تک میں صریح غلط بیانیوں کا سہارا لیا ہے۔ سابق وزیر خزانہ سرتاج عزیز صاحب نے دعویٰ کیا ہے کہ پیلی ٹیکسی سکیم سے ۴ لاکھ افراد کو روزگار ملے گا، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ صرف

۴۵۰۰۰ ٹیکسیاں ابھی آئی ہیں جن سے زیادہ سے زیادہ ۵۰ یا ۶۰ ہزار افراد کو روزگار مل سکتا ہے۔ اگر تمام متوقع گاڑیاں یعنی ۹۵۰۰۰ گاڑیاں بھی آ جائیں (جو مشتبہ ہے) تب بھی زیادہ سے زیادہ ایک سوا لاکھ افراد کو روزگار ملے گا جبکہ اس پر ۲۱ ارب روپے سرکاری بینکوں سے خرچ ہوں گے! لیکن ۴ لاکھ افراد کو اس کے ذریعہ روزگار فراہم کرنے کا دعویٰ تو کسی صورت میں صحیح نہیں ہو سکتا۔ نہ معلوم یہ حضرات اتنا کھلا کھلا دھوکہ دینے اور ایسے خیالی اعداد و شمار پیش کرنے کی جسارت کس طرح کر لیتے ہیں؟

اسی طرح موٹر وے کی بڑی دھوم ہے' لیکن اس پر جو خرچ متوقع ہے یعنی ۲۴ بلین روپے جس میں سے ۶۰ فیصد ملکی خزانہ سے '۴۰ فیصد ڈائیوو کے دس سال میں ادا کیے جانے والے قرضے سے (جس پر ۱۰٪ سود ہو گا) صرف ہو گا۔ اور صرف اسلام آباد سے لاہور کی ٹریفک اس سے فیض یاب ہو سکے گی۔ یہاں بھی مسلم لیگ کے منشور میں صریح غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے اور صفحہ ۱۱ پر کہا گیا ہے کہ "ملک کی پہلی موٹر وے پر کام تقریباً" نصف ہو گیا ہے اور یہ شاہراہ ۱۹۹۵ تک مکمل طور پر زیر استعمال ہو گی"۔ حقیقت یہ ہے کہ منصوبہ کے مطابق جولائی ۱۹۹۳ تک موٹر وے کا صرف ۱۵.۹ فیصد کام مکمل ہونا تھا اور جو رپورٹ حال ہی میں شائع ہوئی ہے اور سینٹ میں زیرِ بحث آئی ہے اس کے مطابق صرف ۵ فیصد کام ہوا ہے' لیکن مسلم لیگ کے منشور کے لکھنے والوں نے ۵ فیصد کو بہ آسانی ۵۰ فیسد بنا دیا اور یہی ان کی حساب دانی اور اعداد و شمار کی شعبدہ گری کا کمال ہے۔ اس کی روشنی میں ان کے اس وعدے کو بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ سالانہ ۱۰ لاکھ نئے روزگار فراہم کریں گے جبکہ ماضی میں اس کا ایک تہائی بھی فراہم نہ کر سکے! یہ ہے دونوں بڑی پارٹیوں کی کارکردگی!

---

اس ملک کے ہر ووٹر کا حق ہی نہیں فرض ہے کہ ووٹ کے دعوے داروں کی پالیسیوں' ان کی حقیقی کارکردگی' بیرونی سہاروں پر ان کے انحصار اور تعلق اور ان کے نمایاں افراد کے کردار اور قومی امانتوں کے باب میں ان کے دامن کے داغوں کا جائزہ لے کر اپنا فیصلہ کرے۔ معاشی میدان میں ان کی کارکردگی آپ نے دیکھی۔ اب ذرا یہ بھی دیکھ لیں کہ دونوں نے اسلام کا نام ضرور لیا ہے اور ان کے منشوروں میں کئی بار اسلام کا ذکر بھی کیا گیا ہے لیکن دونوں منشوروں میں قرآن پاک اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بالادستی قائم کرنے کا ذکر ایک بار بھی نہیں ہے۔ بلکہ دونوں قرآن و سنت کے ذکر تک سے یکسر خالی ہیں۔ پیپلز پارٹی نے صاف لفظوں میں "لبرل اسلام" کی بات کی ہے اور کہا ہے کہ ہم Cleric نہیں ہیں --- یعنی یہ بھی غور نہیں کیا کہ Cleric تو

مسلمانوں کی اصطلاح بھی نہیں ہے۔ یہ تو خالص عیسائی اصطلاح ہے۔ اسی طرح قرآن و سنت کی جگہ انہوں نے "اجماع" کا ذکر کیا ہے حالانکہ قرآن و سنت کے بغیر اجماع قطعاً بے معنی اور بلا اصل ہے۔ اجماع شریعت کا ایک بنیادی اصول ہے مگر صرف قرآن و سنت کے بعد اور اس کے تابع۔ اس کے بغیر اس کا تصوّر صرف وہی کرسکتا ہے جو یا اصولِ فقہ سے واقف نہیں' یا وہ شریعت کی اس اصطلاح کو محض دھوکہ دینے کے لیے استعمال کر رہا ہے۔ سب سے زیادہ تعجب کی بات ہے (یا اصل حقیقت اس بات سے واضح ہوگئی ہے) کہ مسلم لیگ کا دستور بھی قرآن و سنت کے ذکر سے یکسر خالی ہے' حالانکہ I.J.I کے منشور میں قرآن و سنت کو ملک کا بالاترین قانون بنانے کا واضح وعدہ تھا اور جناب نواز شریف صاحب نے رمضان المبارک ۱۹۹۱ میں اپنے اقتدار میں آنے کے چندماہ بعد پارلیمینٹ کے مشترکہ اجلاس میں بڑے زور دار انداز میں وعدہ کیا تھا کہ وہ اس اجلاس میں قرآن و سنت کو ملک کا بالاترین قانون بنانے کا دستوری بل منظور کرالیں گے۔ انہوں نے کہا تھا کہ اب تک سب نے دستور کو صحیح معنی میں اسلامی بنانے سے احتراز کیا۔ اب میں اسے اسلامی بناؤں گا اور وہ اس کے بغیر ممکن نہیں کہ دستور میں واضح الفاظ میں قرآن و سنت کو ملک کا بالا ترین قانون تسلیم کیا جائے۔ ایک طرف یہ دعوے اور دوسری طرف اب منشور اس ذکر سے بھی خالی ہے!

اگر پیپلزپارٹی نے "اجماع" کا سہارا لیا ہے تو مسلم لیگ نے بھی اپنے منشور میں ایک اور ہی جدت دکھائی ہے۔ قرآن و سنت کی جگہ انہوں نے لکھا ہے کہ ہم "میثاقِ مدینہ" اور "خطبہ حجتہ الوداع" میں بیان کردہ اصولوں کا اعادہ کرتے ہیں۔ اس سے کیا مراد ہے؟ "خطبہ حجتہ الوداع" میں انسانی حقوق کا واضح اعلان ہے لیکن "میثاق مدینہ" تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور یہودی قبائل کے درمیان ایک معاہدہ تھا جس کے تحت مدینہ کا ابتدائی انتظامی ڈھانچہ طے ہوا تھا۔ اس کے بعد قرآن و سنت میں تفصیل سے زندگی کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں احکام آئے اور اسلامی ریاست کا ایک مکمل نقشہ وجود میں آیا۔ یہود سے ان کی وعدہ خلافیوں کی بنا پر جنگیں ہوئیں۔ اور انہیں مدینہ اور خیبر سے نکالا گیا۔ یہ ایک معمہ ہے کہ مسلم لیگ کے منشور میں غالباً تاریخ میں پہلی بار' قرآن و سنت کی واضح اصطلاحات کو چھوڑ کر "میثاقِ مدینہ" کے اصولوں کو رہنمائی کا مآخذ کیوں بنایا گیا ہے؟ پھر اس معمہ کو اور بھی پیچیدہ وہ اعلان کرتا ہے جو عبوری وزیراعظم جناب معین قریشی نے نیشنل ڈیفنس کالج کو خطاب کرتے ہوئے کیا اور جس میں کہا کہ ہم "میثاقِ مدینہ" سے رہنمائی حاصل کریں گے۔ اگر ان اعلانات کو پی ایل او' اسرائیلی معاہدہ اور اسرائیل کو تسلیم کرانے کی امریکی مہم کے پس منظر میں دیکھا جائے تو ان کی زہرناکی اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ کہیں یہ سب کچھ اسرائیل کو تسلیم کرنے اور یہودیوں کے لیے مسلم دنیا کے دروازے کھولنے کی کسی

کوشش کا پیش خیمہ تو نہیں؟ **فاعتبروا یا اولی الابصار۔**

یہ بات بھی اہم ہے کہ ملک کی معیشت کو سود سے پاک کرنے اور قرضوں کی جگہ نفع و نقصان میں شراکت کی بنیاد پر معاشی تعلقات اور اداروں کی تشکیل کا مسئلہ کئی سال سے معاشی اور نظریاتی اعتبار سے قومی بحث و گفتگو میں مرکزی موضوع رہا ہے۔ فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلہ کے بعد اس مسئلہ کی اہمیت اور بڑھ گئی ہے۔ علما' ماہرینِ معاشیات و بنکاری' ارکانِ پارلیمنٹ اور رائے عامہ کے نمائندے سب ہی یہ مطالبہ کر رہے تھے کہ اس فیصلہ پر عمل کیا جائے اور اسلامی معاشی کمیشن اور سیلف ریلائنس کمیٹی کی رپورٹوں کی روشنی میں اس کام کا آغاز کردیا جائے۔ لیکن حکومت نے سپریم کورٹ میں اپیل کی راہِ فرار اختیار کی اور ان تمام وعدوں کو پسِ پشت ڈال دیا جو آئی جے آئی کے منشور میں کیے گئے تھے۔ اب اگر آپ ان دونوں جماعتوں کا منشور دیکھیں تو ان میں آپ کو سُود کے مسئلہ کا ذکر بھی کہیں نظر نہیں آئے گا۔ گویا یہ کوئی مسئلہ ہی نہیں۔ حالانکہ دستور صاف کہتا ہے کہ سُود کو ختم کیا جائے گا۔ عدالتوں کے فیصلے مطالبہ کررہے ہیں کہ متبادل نظام کی تشکیل بلا تاخیر کرو اور سب سے بڑھ کر خود قرآن کا صاف حکم ہے کہ سُودی نظام اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔ لیکن ہماری سیاسی قیادت کا حال یہ ہے کہ وہ اس جنگ میں پیش پیش ہے' اور اس سلسلہ میں سیزفائر تک کے لیے تیار نہیں۔

---

ہم نے اہلِ وطن کے سامنے چند بنیادی سوالات اور ان کے صحیح جواب تلاش کرنے میں ان کی مدد کے لیے کچھ حقائق پیش کیے ہیں۔

ہم پاکستان کے ہر ووٹر سے اپیل کریں گے کہ وطنِ عزیز کی فلاح اس کا فرض ہے۔ ملک ایک بحران سے گزر کر دوسرے بحران کی طرف بڑھ رہا ہے۔ انھی بحرانوں کے گرداب میں ہم آدھا ملک کھو چکے ہیں۔ ماضی کے بحران ہوں یا حال کے بحران' ملک کا دو ٹکڑے ہونا ہو یا حکومت کا عدم استحکام اور انہدام' آج جو بڑی قوتیں آپ سے آپ کا ووٹ مانگ رہی ہیں' جو دراصل پاکستان پر حکومت کرنے کا اختیار ہے' وہی ان کی اصل ذمہ دار رہی ہیں۔ پاکستان اس وقت تک اپنی منزل کی طرف گامزن نہیں ہوسکتا' عام آدمی اس وقت تک ایمان اور کردار' عزت اور روزگار' تعلیم اور علاج جیسی بنیادی نعمتیں حاصل نہیں کرسکتا' جب تک آپ خود کھڑے نہ ہو جائیں گے' اور اپنی قسمت بدلنے کے لیے خود جدّوجہد نہ کریں گے ؎

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال خود اپنی حالت کے بدلنے کا

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ (الرعد ۱۳ : ۱۱)

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتی۔

ہم چاہتے ہیں کہ اپنی قوم اور اپنے ملک کے مستقبل کے بارے میں اس نازک فیصلہ کے وقت آپ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو بھی سامنے رکھیں کہ

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَۃُ وَلَا السَّیِّئَۃُ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ (حٰم سجدہ ۴۱ : ۳۴)

اور نیکی اور بدی یکساں نہیں۔ تم بدی کو اس نیکی سے دفع کرو جو بہترین ہو۔

سیّد مودودیؒ اس کی تشریح کرتے ہوئے تفہیم القرآن میں لکھتے ہیں :

پہلی بات یہ فرمائی گئی کہ نیکی اور بدی یکساں نہیں ہیں۔ یعنی بظاہر تمہارے مخالفین بدی کا کیسا ہی طوفان اٹھا لائے ہوں جس کے مقابلے میں نیکی بالکل عاجز اور بے بس محسوس ہوتی ہو' لیکن بدی بجائے خود اپنے اندر وہ کمزوری رکھتی ہے جو آخرکار اس کا بھٹّہ بٹھا دیتی ہے۔ کیونکہ انسان جب تک انسان ہے اس کی فطرت بدی سے نفرت کیے بغیر نہیں رہ سکتی۔ بدی کے ساتھی ہی نہیں' خود اس کے علمبردار تک اپنے دلوں میں یہ جانتے ہیں کہ وہ جھوٹے ہیں' ظالم ہیں' اور اپنی اغراض کے لیے ہٹ دھرمی کر رہے ہیں۔ یہ چیز دوسروں کے دلوں میں ان کا وقار پیدا کرنا تو درکنار انہیں خود اپنی نظروں میں گرا دیتی ہے اور ان کے اپنے دلوں میں ایک چور بیٹھ جاتا ہے جو ہر مخالفانہ اقدام کے وقت ان کے عزم و ہمت پر اندر سے چھاپا مارتا رہتا ہے۔ اس بدی کے مقابلے میں اگر وہی نیکی جو بالکل عاجز' بے بس نظر آتی ہے' مسلسل کام کرتی چلی جائے' تو آخر کار وہ غالب آکر رہتی ہے کیونکہ اوّل تو نیکی میں بجائے خود ہی ایک طاقت ہے جو دلوں کو مسخر کرتی ہے۔ اور آدمی خواہ کتنا ہی بگڑا ہوا ہو' اپنے دل میں اس کی قدر محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ پھر جب نیکی اور بدی آمنے سامنے مصروفِ پیکار ہوں اور کھل کر دونوں کے جوہر پوری طرح نمایاں ہو جائیں' ایسی حالت میں تو ایک مدت کی کشمکش کے بعد کم ہی لوگ ایسے باقی رہ سکتے ہیں جو بدی سے متنفر اور نیکی کے گرویدہ نہ ہو جائیں۔

ہم آپ کو اسی امر پر سوچنے کی دعوت دینا چاہتے ہیں۔ بدی اور نیکی' شر اور خیر' اور خیانت اور امانت کے بالکل نمایاں اور واضح ہو جانے کے بعد بھی اگر آپ مختلف درجے کی بدیوں میں سے ہی کسی کے انتخاب میں پڑے رہیں گے اور نیکی کا ساتھ دینے کے لیے ایمان اور جرات کے ساتھ اٹھ کھڑے نہ ہوں گے تو پھر یہ ملک اور اس کے سچے چاہنے والے بدی کے گھن چکر

(Vicious circle) سے کیسے نکل سکیں گے' کہیں تو اس چکر کو توڑ کر خیر کی سربلندی کے لیے آپ کو اٹھنا ہوگا --- کیا اس کا وقت اب بھی نہیں آیا ہے ؟ یہ نہ بھولیے کہ اگر آپ نے ایک بدی کی جگہ دوسری بدی ہی کو آگے بڑھایا تو قوم کی قسمت میں تو بدی ہی رہ جائے گی --- نیکی کا راستہ آخر کیسے کھلے گا ؟

---

آخر میں ہم اس ملک کے تمام ووٹروں کے سامنے ووٹ کی شرعی اہمیت اور اس کے استعمال کے بارے میں اس اصولی ہدایت کا اعادہ کرنا چاہتے ہیں جو مفتیِ اعظم پاکستان محترم مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے اپنے ایک تاریخی فتوے میں دی تھی۔ ووٹ ڈالنے سے پہلے' ہماری معروضات کے ساتھ ساتھ' ان اصولی ہدایات کو بھی سامنے رکھیں اور پھر اس احساس اور یقین کے ساتھ اپنے ووٹ کے حق کو استعمال کریں کہ آپ ان نتائج کے لیے بھی ذمہ دار ہوں گے' دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی' جو آپ کے ووٹ کے صحیح یا غلط استعمال سے رونما ہوں گے یا جو آپ کی غفلت اور بے توجہی کی بنیاد پر رونما ہو سکتے ہیں :

انتخابات میں ووٹ کی شرعی حیثیت کم از کم ایک شہادت کی ہے جس کا چھپانا بھی حرام ہے اور اس میں جھوٹ بولنا بھی حرام ۔اس پر کوئی معاوضہ لینا بھی حرام' اس کو محض ایک سیاسی ہار جیت اور دنیا کا کھیل سمجھنا بڑی بھاری غلطی ہے' آپ جس امیدوار کو ووٹ دیتے ہیں شرعاً آپ اس کی گواہی دیتے ہیں کہ یہ شخص اپنے نظریے اور علم و عمل اور دیانت داری کی رو سے اس کام کا اہل اور دوسرے امیدواروں سے بہتر ہے جس کام کے لیے یہ انتخابات ہو رہے ہیں۔ اس حقیقت کو سامنے رکھیں تو اس سے مندرجہ ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں :

۱۔ آپ کے ووٹ اور شہادت کے ذریعہ جو نمائندہ کسی اسمبلی میں پہنچے گا وہ اس سلسلے میں جتنے اچھے یا برے اقدامات کرے گا ان کی ذمہ داری آپ پر بھی عائد ہوگی۔ آپ بھی اس کے ثواب یا عذاب میں شریک ہوں گے۔

۲ - اس معاملہ میں یہ بات خاص طور پر یاد رکھنے کی ہے کہ شخصی معاملات میں کوئی غلطی بھی ہو جائے تو اس کا اثر بھی شخصی اور محدود ہوتا ہے' ثواب و عذاب بھی محدود۔ قومی اور ملکی معاملات سے پوری قوم متاثر ہوتی ہے' اس کا ادنیٰ نقصان بھی بعض اوقات پوری قوم کی تباہی کا سبب بن جاتا ہے' اس لیے اس کا ثواب و عذاب بھی بہت بڑا ہے۔

۳ - سچی شہادت کا چھپانا از روئے قرآن حرام ہے۔ اس لیے آپ کے حلقۂ انتخاب میں اگر کوئی صحیح نظریہ کا حامل و دیانت دار نمائندہ کھڑا ہے تو اس کو ووٹ دینے میں کوتاہی کرنا گناہِ کبیرہ ہے۔

۴ - جو امیدوار نظامِ اسلامی کے خلاف کوئی نظریہ رکھتا ہے اس کو ووٹ دینا ایک جھوٹی شہادت ہے' جو گناہِ کبیرہ ہے۔

۵ - ووٹ کو پیسوں کے معاوضہ میں دینا بدترین قسم کی رشوت ہے اور چند ٹکوں کی خاطر اسلام اور ملک سے بغاوت ہے۔ دوسروں کی دنیا سنوارنے کے لیے اپنا دین قربان کردینا' کتنے ہی مال و دولت کے بدلے میں ہو' کوئی دانش مندی نہیں ہو سکتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ شخص سب سے زیادہ خسارے میں ہے جو دوسرے کی دنیا کے لیے اپنا دین کھو بیٹھے۔

بحوالہ جواہر الفقہ ۔ جلد دوئم' از مولانا مفتی محمد شفیعؒ
مکتبہ دارالعلوم کراچی' (صفحہ ۳۰۱ ۔ ۳۰۰)

---

قومی انتخابات کے اس فیصلہ کن لمحہ پر ہم نے پورے خلوص اور دیانت سے اپنی معروضات اپنے اہلِ وطن کے سامنے پیش کی ہیں۔ ہم اللہ رب العزت کے حضور دل کی گہرائیوں سے دعا کرتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے سوچا اور پیش کیا اگر وہ حق ہے تو اے دلوں کے مالک! سارے اہلِ وطن کے دل اس کے لیے کھول دے اور اگر ہم سے کہیں خطا اور لغزش ہوئی ہے تو خود ہم کو بھی اور اس ملک کو بھی اس سے محفوظ رکھ۔ آمین۔

تحریکِ اسلامی کے کارکنوں سے ہماری خصوصی گزارش ہے کہ ان دنوں میں ذکر اور استغفار کا خصوصی اہتمام کریں' اللہ تعالیٰ سے مدد اور نصرت طلب کریں۔ ملک کے حالات اور تحریکِ اسلامی کی حکمتِ عملی کو لوگوں تک پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کریں اور اس کے ساتھ ساتھ ہم سب بارگاہِ الٰہی میں پورے عجزوانکساری کے ساتھ التجا کریں کہ وہ اس ملک کو ہر طرح کی آفات سے محفوظ رکھے' اہلِ وطن کی صحیح رہنمائی فرمائے' ان کے دلوں کو مسخّر فرما دے' بند دروازوں کو کھول دے اور یہ ملک' یہ قوم --- پوری قوم اس پاک سرزمین کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ایک حقیقی اسلامی' فلاحی اور جمہوری ریاست بنانے میں سرگرم ہوسکے۔ نیز اللہ تعالیٰ اسے وہ قیادت فراہم فرمائے جو اسے ان بحرانوں سے نکال کر اسلام کی شاہراہ پر گامزن کرسکے۔ آمین۔

---

دو حرف اپنے بارہ میں۔ ہم نے پورا منصوبہ بنا لیا تھا کہ آپ کے ترجمان القرآن کی تزئینِ نو کے بعد پہلا شمارہ ستمبر ۱۹۹۳ میں شائع کر دیں گے۔ اس کا اعلان کرتے ہی ملک گیر انتخابات کے لیے ۶ اکتوبر کی تاریخ مقرر ہو گئی۔ کیونکہ ہم رسالہ کو بہتر بنانے کے ساتھ ساتھ اس کے قارئین میں بھی زیادہ سے زیادہ اضافہ کے لیے کوشاں ہیں' اس لیے ہم نے پہلی اشاعت کی تاریخ ستمبر سے بڑھا کر نومبر ۱۹۹۳ کر دی۔ لیکن اب الیکشن' اور ما بعد الیکشن کے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے اور تحریکِ اسلامی کے ذمہ داران سے مشورہ کے بعد یہ طے کرنا پڑا ہے کہ تزئینِ نو کا آغاز جنوری ۱۹۹۴ سے ہو گا' انشاء اللہ العظیم۔ دو دفعہ مقررہ تاریخ میں توسیع کے لیے ہم سارے قارئین اور منتظرین سے معذرت خواہ ہیں۔

---

# عام مسلم آبادی اور زمامِ کار کی تبدیلی

کسی ملک میں ایک غالب مسلم آبادی کی موجودگی اسلامی نظام کے حق میں رائے عام تیار کرنے کے جو مواقع بہم پہنچاتی ہے ان سے فائدہ نہ اٹھانا اور زمامِ کار کی تبدیلی کے لیے جدوجہد کے جو راستے اس میں کھل سکتے ہیں انہیں بند سمجھ لینا کسی صاحبِ عقل آدمی کا کام نہیں ہوسکتا۔ کم سے کم فائدہ جو اس چیز سے اٹھایا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ جس دوران میں معاشرے کو ذہنی اور اخلاقی حیثیت سے نظامِ حق اور امامتِ صالحہ کے لیے تیار کرنے کی کوششیں کی جارہی ہوں، عوامی جذبات کو ان کوششوں کی پشت پناہ بنائے رکھا جائے۔ تاکہ قیادتِ فاسقہ انہیں روکنے اور برباد کرنے کے لیے کوئی طوفان نہ اٹھا سکے اور نظامِ باطل کی جڑیں جمنے نہ پائیں۔ لیکن اگر عقل سے کام لیا جائے تو اس کا یہ فائدہ بھی اٹھایا جاسکتا ہے کہ تعمیری مساعی اور عوامی تحریک دونوں متوازی چلتی رہیں تاکہ عوامی تائید جتنی بڑھتی جائے اسی رفتار سے نظامِ باطل کو پیچھے ہٹانے اور نظامِ حق کو آگے بڑھانے کا تدریجی عمل جاری رکھا جاسکے اور بالآخر یہ دونوں قسم کی کوششیں ایک نتیجہ پر تمام ہوں۔

اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کسی مقام پر آپ ایک مسجد بنا رہے ہیں اور آپ کے پیش نظر یہ ہے کہ اس مسجد ہی کو پورے علاقے کا مرکز بنانا ہے، لیکن ایک سیلاب کا خطرہ ہر وقت آپ کے سر پر منڈلا رہا ہے جو اس تعمیر کو کسی وقت بھی آکر روک سکتا ہے بلکہ تباہ و برباد بھی کرسکتا ہے۔ اب اگر آپ کے گردوپیش کوئی مسلم آبادی ایسی موجود ہے جو چاہے نماز نہ پڑھتی ہو، مگر مسجد کا احترام کرتی ہو اور تعمیرِ مسجد کے مقصد سے ہمدردی رکھتی ہو تو آپ اس سے اتنا فائدہ تو اٹھا ہی سکتے ہیں کہ تھوڑا سا جذباتی اپیل کرکے اسے سیلاب کے آگے بند باندھنے پر آمادہ کرلیں۔ لیکن یہی اپیل اگر حکمت و دانش کے ساتھ ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ تعمیرِ مسجد کی حفاظت کا جذبہ پیدا کرتے کرتے آپ اسی آبادی میں سے وہ لوگ بھی زیادہ سے زیادہ تعداد میں نہ نکالتے

جائیں جو نماز بھی پڑھنے لگیں اور اس تعمیر کے کام میں معمار اور کاریگر بننے کے لیے بھی تیار ہو جائیں۔ اگر آپ کے پیشِ نظر یہی مقصد ہے کہ اس مسجد کو آخر کار پورے علاقے کا مرکز بنانا ہے تو تعمیرِ مسجد کی کوشش کے ساتھ ساتھ عوامی اپیل جاری رکھنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جس روز مسجد کی تعمیر مکمل ہوگی اسی روز علاقے کا مرکز بھی بنی ہوئی ہوگی۔ اس کے بجائے یہ تجویز غالباً معقول نہ ہوگی کہ پہلے آپ چند سال تعمیرِ مسجد میں صرف کریں، پھر اسے علاقے کا مرکز بنانے کے لیے نکلیں۔ ہوسکتا ہے کہ اس دوران میں سیلاب آپ کو تعمیر کرنے ہی نہ دے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس درمیانی مدت میں گردوپیش کی آبادی کسی گرجا یا مندر کی عقیدت میں گرفتار ہوچکی ہو۔ (تحریکِ اسلامی کا آئندہ لائحہ عمل، ص ۱۲۳ تا ۱۲۵)

---

اس معاملے کا ایک اور پہلو بھی ہے۔ اگر فی الواقع ہمارے پیشِ نظر یہی مقصد ہے کہ یہاں ایک اسلامی ریاست قائم ہو، تو اس کے لیے اوّلین ضرورت بہرحال یہ ہوگی کہ ہم یہاں کے زیادہ سے زیادہ باشندوں کو اسلامی ریاست کے نظریے سے واقف، اور اس کا قائل، اور اس کا طالب بنانے کی کوشش کریں۔ اس کی ایک شکل تو یہ ہے کہ ہماری ایک اکیڈمی ہو جو اسلامی ریاست کے موضوع اور اس سے متعلق مسائل پر بہترین علمی کتابیں شائع کرے اور ہم سالہا سال کی کوشش سے علومِ سیاست و اجتماع میں اپنے نظریے کا سکّہ جما دیں۔ دوسری شکل یہ ہے کہ جس وقت ہمارے ملک میں یہ سوال فیصلہ طلب ہو کہ ریاست کا نیا نظام کن بنیادوں پر تعمیر کیا جائے، اس وقت ہم میدان میں آکر عوام اور خواص سب کے سامنے اپنا نظریہ پیش کریں اور ہر ایک کو اس کی استعداد کے مطابق اسلامی ریاست کا محض تصور ہی نہ دیں بلکہ اسے اس کا قائل اور حامی اور طالب بنانے کی بھی کوشش کریں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان دونوں صورتوں کے درمیان جو شخص بھی موازنہ کرکے دیکھے گا اس کے لیے یہ ماننے کے سوا چارہ نہ ہوگا کہ ہمارے مقصد کے لیے دوسرا طریقہ زیادہ کارگر ہے۔ آپ ہزار کتابیں لکھ کر بھی اتنا کام نہیں کرسکتے جتنا اس صورت میں کرسکتے ہیں کہ جس وقت کوئی اہم مسئلہ لوگوں کے سامنے درپیش ہو اس وقت میدان میں آکر اس مسئلے میں ان کو صحیح رہنمائی دیں۔ ایسے مواقع پر چند جملے بڑی بڑی کتابوں سے زیادہ کام کرتے ہیں اور ذہنوں میں اچھی طرح جذب ہو جاتے ہیں۔

... مسلم قوم پرستی کی وہ تحریک جو تقسیم سے پہلے مسلمانوں کے ذہن پر غلبہ پائے ہوئے تھی، اپنی منزلِ مقصود، پاکستان پہنچ کر یک لخت، ٹھنڈی پڑ گئی اور وہ کوئی ایسا ایجابی نظام اور

پروگرام نہ لاسکی جو مسلم عوام کو تقسیم کے بعد بھی اس کے ساتھ وابستہ رکھتا۔ مزید برآں اس تحریک کی علم بردار جماعت نے تقسیم کے وقت اور اس کے بعد جس کردار کا مظاہرہ کیا اس نے چند مہینوں کے اندر اس کے وقار اور اخلاقی اثر کے فلک بوس قصر کو زمین بوس کردیا۔ اس وقت کوئی دوسری منظم تحریک ایسی موجود نہ تھی جو اس خالی میدان پر قبضہ کرسکتی۔ اس خلا نے یہ موقع خود بخود پیدا کردیا کہ ایک ایسی اصولی تحریک آگے بڑھ کر عوام کے ذہن پر اپنا اثر قائم کرنے کی کوشش کرے جس کی تائید کے لیے مسلمانوں کے مذہبی عقائد' دینی جذبات' صدیوں کی روایات اور سلف سے خلف تک کا پیدا کیا ہوا بے شمار لٹریچر موجود تھا اور جو خود بھی تقسیم سے پہلے اپنے خیالات وسیع پیانے پر پھیلا چکی تھی۔ ہم سخت نادان ہوتے اگر اس موقع کو ہاتھ سے کھو دیتے اور اپنے آپ کو قبل تقسیم ہی کی پوزیشن میں سمجھے بیٹھے رہتے۔

اُس وقت عوام کے جذبات ہر رخ پر مڑسکتے تھے اور موڑے جا سکتے تھے۔ اسلامی نظام کے مطالبے کی طرف ان کے مڑنے کے سب سے زیادہ امکانات تھے' کیونکہ وہ مذہباً" اسلام کے معتقد تھے اور انہوں نے نیک نیتی کے ساتھ پاکستان کے قیام کی جدوجہد اسی لیے کی تھی کہ یہاں اسلامی حکومت قائم ہو۔ لیکن اگر اس رخ پر انہیں موڑنے کی کوشش نہ کی جاتی تو وہ انارکی کی طرف بھی مڑسکتے تھے۔ پاکستان کے نئے حکمرانوں کی زیادتیوں نے اس کے لیے اچھے خاصے امکانات پیدا کردیے تھے۔ وہ اشتراکیت کی طرف بھی مڑسکتے تھے۔ مہاجرین کی حالتِ زار' عام معاشی بدحالی' نظم و نسق کی خرابی اور ظالم طبقوں کی لوٹ کھسوٹ نے وہ خشک گھاس فراہم کردی تھی جس میں یہ آگ خوب پھیل سکتی تھی' اور ہماری سرحد سے متصل روس کی موجودگی یہاں وہی حالات پیدا کرسکتی تھی جو روس کے دوسرے طفیلی ملکوں میں آج آپ دیکھ رہے ہیں۔ وہ قوم پرستی کی طرف بھی مڑسکتے تھے۔ ہندوؤں اور سکھوں کے مظالم کی یاد نے' ہندوستان اور پاکستان کی کشمکش نے' اور سب سے بڑھ کر کشمیر کے معاملے نے اس کے لیے میدان تیار کر رکھا تھا' اور اگر اس چیز کو جڑ پکڑنے کا موقع مل جاتا تو یہاں ہر وہ شخص قومی غدار اور عوام کا دشمن (people's enemy) قرار پا سکتا تھا جو لادینی قومی حکومت کی مرضی کے خلاف دینی نظام کے لیے آواز اٹھاتا۔ خود ہمارے مطالبۂ نظامِ اسلامی کو شکست دینے کے لیے مسئلہ کشمیر کے متعلق عوام کے جذباتی اشتعال کا رخ ہماری طرف موڑنے کی جو کوشش ۱۹۴۸ میں کی گئی تھی وہ اتنی پرانی تاریخ کی بات نہیں ہے کہ آپ اسے بھول گئے ہوں۔ اس سے آپ یہ سبق لے سکتے ہیں کہ اگر عوام کے جذبات کو اسلامی تحریک کی پشت پناہی کے لیے تیار کرنے میں ہم سے کچھ

تساہل ہو جاتا تو کچھ مدت کے بعد یہ سرزمین اس تحریک کے لیے کیسی شوریلی اور خار زار بن جانے والی تھی۔ (تحریکِ اسلامی کا آئندہ لائحہ عمل، ص ۱۲۷ - ۱۳۰)

---

ہمارے مطالبۂ دستور کا عوام اور خواص کی بھاری اکثریت نے جس طرح ساتھ دیا، اور اسلامی حکومت کے محدود تصور کو چھوڑ کر اس کے بنیادی نظریے اور جامع تصور کو جتنی جلدی اور جس قدر وسیع پیمانے پر لوگوں نے قبول کیا، یہ اس بات کا صریح ثبوت ہے کہ یہ قوم سیرت و اخلاق میں چاہے کتنی ہی کوتاہ ہو، اسلام پر اعتقاد رکھنے میں منافق نہیں ہے۔ اور یہ اس بات کا ثبوت بھی ہے کہ یہ قوم اس آزمائش کے موقع پر خود ایک صحیح رہنمائی کی طالب تھی۔ اس کے بعد تو اس امر میں کسی شک کی گنجائش ہی نہیں رہتی کہ اس وقت ہمارا سب سے بڑا فرض عوام کو یہی رہنمائی دینا تھا۔ اس میں ہم کوتاہی برتتے تو سخت گنہگار ہوتے۔ (تحریکِ اسلامی کا آئندہ لائحہ عمل، ص ۱۳۲)

---

پھر اختیارات ہاتھ میں لیتے ہی ہماری قوم کے قائدین نے، جو اب قائد ہی نہیں، حاکم بھی تھے، ملک کے آئندہ نظام کے متعلق جیسی الجھی الجھی اور متضاد باتیں کرنی شروع کیں، اور قوم جس طرح ابتدائی چند مہینوں میں ٹھنڈے دل سے ان کو سنتی رہی، اسے دیکھ کر صاف معلوم ہوگیا کہ اس وقت ایک بے شعور قوم کی باگیں ایک بے فکرے گروہ کے ہاتھ میں ہیں، یہ وقت خاموش بیٹھ کر تعمیری کام میں لگے رہنے کا نہیں ہے، اب اگر ایک لمحہ بھی ضائع کیا گیا تو بعید نہیں کہ جو لوگ منزل کا تعین کیے بغیر بے سوچے سمجھے چل پڑے تھے وہ یکایک کسی غلط نظریے کو اس مملکت کی بنیاد بنا بیٹھیں اور پھر اس فیصلے کو بدلوانا موجودہ حالت کی بہ نسبت ہزار گنی زیادہ قربانیوں کے بغیر ممکن نہ رہے۔ (جماعتِ اسلامی کا مقصد، تاریخ اور لائحہ عمل، ص ۷۲ - ۷۳)

---

... اور اگر حقیقتاً ہماری طاقت ایسی گئی گزری نہیں ہے بلکہ سوال صرف مزید تکمیل کی سعی کا ہے تو آیا ہمارے مقصد کے لیے یہ زیادہ مفید ہے کہ ہم اس تکمیل کی سعی میں لگے رہیں اور تمام مواقع کھو دیں، سارے امکانات ضائع کردیں، ہر ممکن خطرے کو نازل ہو جانے دیں ؟ یا یہ زیادہ بہتر ہے کہ جتنی اور جیسی کچھ طاقت بھی اللہ نے ہمیں بخشی ہے اسے لے کر کام کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں اور تکمیل کی مساعی جہاں تک بھی ممکن ہو اس کے ساتھ ساتھ کرتے رہیں۔ (تحریکِ اسلامی کا آئندہ لائحہ عمل، ص ۱۳۸)

# قومِ یہود اور اس کے جرائم

## (قرآنی روشنی میں)

نعیم صدیقی

بغیر کسی تعصب یا اندھے جذبۂ معاندت کے، حقائق و واقعات مجھے یہ کہنے پر مجبور کرتے ہیں کہ آج کی انسانی دنیا کا ماحول بگاڑنے اور تہذیب کو فساد کا شکار بنانے میں سب سے بڑھ کر حصہ اس چھوٹی سی قوم کا ہے جو اسرائیل کی نام لیوا ہے۔ آج کی تہذیبِ مادیت پر اس کی غیر محسوس گرفت ہے۔ مادہ پرستی، مذہب دشمنی، اخلاق سوزی، حیا باختگی، اور دوسرے مختلف فتنوں کی ایجاد اور ان کے فروغ کا سہرا اسی قوم کے سر بندھتا ہے۔

جن لوگوں نے "پروٹوکول" نامی دستاویز پڑھی ہے، جنہوں نے "وٹ پرائس اسرائیل" (What Price Israil) اور "دا اور سائیڈ آف دا کائن" (The other side of the coin) کا مطالعہ کیا ہے، یا جنہوں نے حالیہ اسرائیلی جارحیت میں ان کے تہذیب سوز مظالم کو جانا ہے، وہ اندازہ کرسکتے ہیں کہ یہ گروہ ابلیسیت کی منظم ترین ایجنسی بن کر رہ گیا ہے۔ اس قوم نے اپنے انسانیت سوز جرائم کی بے حد سنگین سزائیں بھگتی ہیں۔ تالمود، تورات، انجیل اور قرآن میں بنی اسرائیل کے فسانۂ عبرت کے تمام ابواب محفوظ ہیں۔ اور زمانہ حال میں ان پر نازی جرمنی میں جو کچھ بیتی اس سے دنیا آگاہ ہے۔ مگر تاریخ میں یہ قوم اس لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے کہ اس نے قدرت کے تازیانے کھا کھا کر بھی کبھی اپنے آپ کو سنوارنے سنبھالنے کی کوشش نہیں کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ مشیتِ الٰہی نے ایک طرف اس مغضوب قوم کو تباہ شدہ مہذب اقوام کے بخلاف، بطورِ خاص زندہ رکھ چھوڑا ہے تاکہ انسانیت کے بیدار دل لوگ اس کی روئیداد اور کارستانیوں سے سبق سیکھیں، اور دوسرے اس کو کارکنانِ قضا و قدر نے اپنے ہاتھوں میں عذاب کا کوڑا بنا لیا ہے۔ یہ بار بار مار کھاتی ہوئی قوم انسانیت کے لیے بار بار باعثِ عقوبت و

اذیت بنتی ہے۔ اس کے ہاتھوں اولادِ آدم کو کبھی صلاح و فلاح نصیب نہیں ہو سکی۔
مسئلہ فلسطین کا تجزیہ بغیر اس کے ہو ہی نہیں سکتا کہ ہم قومِ یہود کے کردار کو سمجھیں، جو مشرقِ وسطیٰ کے اسٹیج پر ہونے والے حزنیہ ڈرامے کی ہیروئن ہے۔ آیئے سب سے پہلے ہم اس چارج شیٹ کا مطالعہ کریں جو قرآن نے اس قومِ مغضوب پر لگایا ہے۔ چند آیات ملاحظہ ہوں:

---- تھوڑی قیمت (ادنیٰ دنیوی فائدوں) کے بدلے میری آیات کو نہ بیچ ڈالو۔ ۱

---- باطل کا رنگ چڑھا کر حق کو مشتبہ نہ بناؤ اور نہ جانتے بوجھتے حق کو چھپانے کی کوشش کرو۔ ۲

---- تم دوسروں کو تو نیکی کا رستہ اختیار کرنے کے لیے کہتے ہو، مگر اپنے آپ کو بھول جاتے ہو۔ ۳

---- یاد کرو، جب ہم نے موسیٰؑ کو چالیس شبانہ روز کی قرارداد پر بلایا، تو اس کے پیچھے تم بچھڑے کو معبود بنا بیٹھے۔ ۴

---- یاد کرو، جب تم نے موسیٰؑ سے کہا تھا کہ ہم تمہارے کہنے کا ہرگز یقین نہ کریں گے، جب تک کہ اپنی آنکھوں سے علانیہ خدا کو (تم سے کلام کرتے) نہ دیکھ لیں۔ ۵

---- پھر یاد کرو جب ہم نے کہا تھا کہ یہ بستی جو تمہارے سامنے ہے اس میں داخل ہو جاؤ۔ اس کی پیداوار جس طرح چاہو مزے سے کھاؤ، مگر بستی کے دروازے سے سجدہ ریز ہوتے ہوئے داخل ہونا، اور کہتے جانا **حطتہ حطتہ**... مگر جو بات کہی گئی تھی ظالموں نے اسے بدل کر کچھ اور کر دیا۔ ۶

---- یاد کرو، جب تم نے کہا تھا کہ اے موسیٰؑ! ہم ایک ہی طرح کے کھانے پر صبر نہیں کر سکتے، اپنے رب سے دعا کرو کہ ہمارے لیے زمین کی پیداوار، ساگ، ترکاری، گیہوں، لہسن، پیاز، دال وغیرہ پیدا کرے۔ ۷

---- آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی کہ ذلت و خواری اور پستی و بدحالی ان پر مسلط ہو گئی اور وہ اللہ کے غضب میں گھر گئے۔ یہ نتیجہ تھا اس کا کہ وہ اللہ کی آیات سے کفر کرنے لگے اور پیغمبروں کو ناحق قتل کرنے لگے۔ یہ نتیجہ تھا ان کی نافرمانیوں کا، اور اس بات کا کہ وہ حدودِ شرع سے نکل نکل جاتے تھے۔ ۸

پیغمبروں کے قتل اور دق کرنے میں یہودیوں کا کچا چٹھا بھی یہاں درج ہو جانا چاہیے۔ تاریخ

دنیا کی دردناک مثال ہمارے سامنے لیے کھڑی ہے:

(۱) حضرت سلیمانؑ کے بعد جب بنی اسرائیل کی سلطنت یہودیہ اور سامریہ کی دو ریاستوں میں بٹ گئی اور ان میں جنگ و جدال ہونے لگا تو یہودیہ والوں نے اپنے دینی بھائیوں کے خلاف دمشق کی ارامی سلطنت سے مدد مانگی۔ اس پر خدا کے حکم سے حنانی نبی نے یہودیہ کے فرماں روا آسا کو سخت تنبیہہ کی۔ آسا نے برہم ہو کر خدا کے نبی کو حوالۂ زنداں کردیا۔ ۹

(۲) حضرت الیاس علیہ السلام نے جب بعل کی پرستش سے یہودیوں کو منع فرمایا اور توحید اختیار کرنے کی دعوت دی تو سامریہ کا بادشاہ اخی اپنی مشرک بیوی کی خوشنودی کے لیے ہاتھ دھو کر ان کی جان کا لاگو ہوگیا۔ حضرت الیاسؑ جزیرہ نمائے سینا کے پہاڑوں میں چلے گئے۔ اس موقع پر پیغمبرِ خدا نے یہ دعا مانگی کہ "بنی اسرائیل نے تیرے عہد کو ترک کیا ---- تیرے نبیوں کو تلوار سے قتل کیا' اور ایک میں ہی اکیلا بچا ہوں۔ سو وہ میری جان لینے کے درپے ہیں۔" ۱۰

(۳) دوسرے نبی حضرت میکایاہ کو اسی بادشاہ اخی نے حق گوئی سے محروم کرکے جیل بھیج دیا' اور حکم دیا کہ اس شخص کو مصیبت کی روٹی کھلانا اور مصیبت کا پانی پلانا۔ ۱۱

(۴) پھر جب یہودیہ کی ریاست میں علانیہ بت پرستی اور بدکاری ہونے لگی اور زکریاؑ نبی نے اس کے خلاف آواز بلند کی' تو شاہ یہوداہ یوآس کے حکم سے انہیں عین ہیکل سلیمانی میں مقدس اور قربان گاہ کے درمیان سنگسار کردیا گیا۔ ۱۲

(۵) اس کے بعد جب سامریہ کی اسرائیلی ریاست آشوریوں کے ہاتھوں ختم ہوچکی اور یروشلم کی یہودی ریاست کے سر پر تباہی کا طوفان تلا کھڑا تھا تو یرمیاہ نبی اپنی قوم کے زوال پر ماتم کرنے اٹھے اور کوچے کوچے میں انہوں نے پکارنا شروع کیا کہ سنبھل جاؤ' ورنہ تمہارا انجام سامریہ سے بھی بدتر ہوگا۔ مگر قوم کی طرف سے جو جواب ملا وہ یہ تھا کہ ہر طرف سے ان پر لعنت اور پھٹکار کی بارش ہوئی' پیٹے گئے' قید کیے گئے' رسی سے باندھ کر کیچڑ بھرے حوض میں لٹکا دیے گئے' تاکہ بھوک اور پیاس سے وہیں سوکھ سوکھ کر مرجائیں۔ اور ان پر الزام لگایا گیا کہ وہ قوم کے غدار ہیں' بیرونی دشمنوں سے ملے ہوئے ہیں۔ ۱۳

(۶) ایک اور نبی حضرت عاموسؑ کے متعلق لکھا ہے کہ جب انہوں نے سامریہ کی اسرائیلی ریاست کو اس کی گمراہیوں اور بدکاریوں پر ٹوکا اور ان حرکات کے برے انجام سے خبردار کیا تو انہیں نوٹس دیا گیا کہ ملک سے نکل جاؤ' اور باہر جا کر نبوت کرو۔ ۱۴

(۷) حضرت یحییٰ (یوحنا) علیہ السلام نے جب ان بداخلاقیوں کے خلاف آواز اٹھائی جو یہودیہ

کے فرماں روا ہیرودیس کے دربار میں کھلم کھلا ہو رہی تھیں' تو پہلے وہ قید کیے گئے' پھر بادشاہ نے اپنی معشوقہ کی فرمائش پر قوم کے اس صالح ترین آدمی کا سر قلم کر کے ایک تھال میں رکھ کر اس کی نذر کیا۔ ؎۱۵

(۸) آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بنی اسرائیل کے عالموں' پیروں اور سرداران قوم کا غصہ بھڑکا' کیونکہ وہ ان کے گناہوں اور ان کی ریاکاریوں پر ٹوکتے تھے' اور ایمان و راستی کی تلقین کرتے تھے۔ قطع نظر ان مناظرانہ اور فقیہانہ اعتراضات کے جو حضرت عیسیٰؑ اور ان کے پیروؤں کے خلاف اٹھائے جاتے رہے' آخر کار ان کے خلاف جھوٹا مقدمہ کھڑا کیا گیا۔ رومی عدالت سے ان کے قتل کا فیصلہ حاصل کیا گیا' اور جب رومی حاکم پیلاطیس نے یہود سے کہا کہ آج عید کے روز میں تمھاری خاطر یسوع اور برابا ڈاکو میں سے کس کو چھوڑوں؟ تو ان کے پورے مجمع نے بالاتفاق پکار کر کہا کہ برابا کو چھوڑ دے اور یسوع کو پھانسی پر لٹکا۔ ؎۱۶

اس تفصیل کے بعد ہم پھر اصل چارج شیٹ پر آتے ہیں :

---- یاد کرو وہ وقت' جب ہم نے طور کو تم پر اٹھا کر تم سے پختہ عہد لیا تھا اور کہا تھا کہ جو کتاب ہم تمھیں دے رہے ہیں' اسے مضبوطی سے تھامنا اور جو احکام و ہدایات اس میں درج ہیں انھیں یاد رکھنا ---- مگر اسکے بعد تم اپنے عہد سے پھر گئے۔ ؎۱۷

---- پھر تمھیں اپنی قوم کے ان لوگوں کا قصہ تو معلوم ہے ہی جنھوں نے سبت کا قانون توڑا تھا۔ ہم نے انھیں کہہ دیا کہ بندر بن جاؤ' اور اس حال میں رہو کہ ہر طرف سے تم پر دھتکار پھٹکار پڑے۔ ؎۱۸

---- پھر وہ واقعہ یاد کرو' جب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تمھیں ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے۔ کہنے لگے : کیا تم ہم سے مذاق کرتے ہو۔ (پھر وہ تعمیل حکم سے گریز کے لیے طرح طرح کے جو سوالات اٹھاتے رہے ان کو یہاں دوہرانے کی ضرورت نہیں)۔ . . پھر انھوں نے اسے ذبح کیا تو سہی' مگر وہ ایسا کرتے معلوم نہ ہوتے تھے۔ ؎۱۹

---- پھر (ان مختلف واقعات اور ان سے متعلق نشانیاں دیکھنے کے بعد بھی) تمھارے دل سخت ہو گئے ---- پتھروں کی طرح سخت! ---- بلکہ سختی میں کچھ ان سے بھی بڑھے ہوئے۔ کیونکہ پتھروں میں تو کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جس میں سے چشمے پھوٹ بہتے ہیں۔ کوئی پھٹتا ہے تو اس میں سے پانی نکل آتا ہے' اور کوئی خدا کے خوف سے لرز کر

گر بھی پڑتا ہے۔ اللہ تمہارے کرتوتوں سے بے خبر نہیں ہے۔ ۔۷۰

---- اے مسلمانو ! اب کیا ان لوگوں سے تم یہ توقع رکھتے ہو کہ یہ تمہاری دعوت پر ایمان لے آئیں گے' حالانکہ ان میں سے ایک گروہ کا شیوہ یہ ہے کہ اللہ کا کلام سنا اور پھر خوب سمجھ بوجھ کر دانستہ اس میں تحریف کی۔ محمد رسول اللہؐ کے ماننے والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی انہیں مانتے ہیں اور جب آپس میں ایک دوسرے سے تخلیے میں بات چیت ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ بے وقوف ہوگئے ہو ؟ ان لوگوں کو وہ باتیں بتاتے ہو جو اللہ نے تم پر کھولی ہیں تاکہ تمہارے رب کے پاس (یہ مسلمان) تمہارے مقابلے میں انہیں پیش کریں۔ (اشارہ ہے ان یہودی نوشتوں کی طرف جن سے حضورؐ کی صداقت اور یہودیوں کی کمزوریاں واضح ہوتی ہیں۔ ) ۔۷۱

---- ان میں سے ایک دوسرا گروہ امیوں (کتابِ الٰہی سے لاعلم لوگوں) کا ہے جو کتاب کا تو علم رکھتے نہیں' بس اپنی بے بنیاد امیدوں اور آرزوؤں کو لیے بیٹھے ہیں' اور محض وہم و گمان پر چلے جا رہے ہیں۔ ۔۷۲

---- اور ہلاکت و تباہی ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنے ہاتھوں سے شرع کا نوشتہ لکھتے ہیں' پھر لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس سے آیا ہوا ہے' تاکہ اس کے معاوضے میں تھوڑا سا فائدہ حاصل کرلیں۔ ان کے ہاتھوں کا یہ لکھا بھی ان کے لیے تباہی کا سامان ہے' اور ان کی یہ کمائی بھی موجبِ ہلاکت۔ ۔۷۳

---- وہ کہتے ہیں کہ دوزخ کی آگ ہمیں ہرگز چھونے والی نہیں' اِلّا یہ کہ چند روز کی سزا مل جائے۔ ---- بات یہ ہے کہ تم اللہ کے ذمے ڈال کر ایسی باتیں کہہ دیتے ہو جن کے متعلق تمہیں علم نہیں ہے کہ اس نے ان کا ذمہ لیا ہے۔ آخر تمہیں دوزخ کی آگ کیوں نہ چھوئے گی ؟ جو بھی بدی کمائے گا اور اپنی خطاکاری کے چکر میں پڑا رہے گا' وہ دوزخی ہے اور دوزخ ہی میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ ۔۷۴

---- یاد کرو اسرائیل کی اولاد! ہم نے پختہ عہد لیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا' ماں باپ کے ساتھ' رشتے داروں کے ساتھ' یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا' لوگوں سے بھلی بات کہنا' نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا' مگر تھوڑے آدمیوں کے سوا تم سب اس عہد سے پھر گئے اور اب تک پھرے ہوئے ہو۔ ۔۷۵

---- پھر ذرا یاد کرو' ہم نے تم سے مضبوط عہد لیا تھا کہ آپس میں ایک دوسرے کا

خون نہ بہانا' اور نہ ایک دوسرے کو بے گھر کرنا۔ تم نے اس کا اقرار کیا تھا' تم خود اس پر گواہ ہو۔ مگر آج وہی تم ہو کہ اپنے بھائی بندوں کو قتل کرتے ہو' اپنی برادری کے کچھ لوگوں کو بے خانماں کردیتے ہو' ظلم و زیادتی کے ساتھ ان کے خلاف جتھہ بندیاں کرتے ہو' اور جب وہ لڑائی میں پکڑے ہوئے تمہارے پاس آتے ہیں تو ان کی رہائی کے لیے فدیہ کا لین دین کرتے ہو۔ حالانکہ انہیں ان کے گھروں سے نکالنا ہی سرے سے تم پر حرام تھا۔ تو کیا تم کتاب کے ایک حصے پر ایمان لاتے ہو اور دوسرے حصے کے ساتھ کفر کرتے ہو۔ ۲۶

---- یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آخرت بیچ کر دنیا خرید لی ہے۔ ۲۷

---- پھر یہ تمہارا کیا ڈھنگ ہے کہ جب بھی کوئی رسول تمہاری خواہشاتِ نفس کے خلاف کوئی چیز لے کر تمہارے پاس آیا' تو تم نے اس کے مقابلے میں سرکشی ہی کی ---- کسی کو جھٹلایا' اور کسی کو قتل کر ڈالا۔ ۲۸

---- اور اب جو کتاب (قرآن) اللہ کی طرف سے ان کے پاس آئی ہے' اس کے ساتھ ان کا کیا برتاؤ ہے؟ باوجودیکہ یہ اس کتاب کی تصدیق کرتی ہے جو ان کے پاس پہلے سے موجود تھی' باوجودیکہ اس کی آمد سے پہلے وہ خود کفار کے مقابلے میں فتح و نصرت کی دعائیں مانگا کرتے تھے' مگر جب وہ چیز آگئی تو انہوں نے اسے ماننے سے انکار کردیا۔ ۲۹

---- جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو کچھ اللہ نے نازل کیا ہے اس پر ایمان لاؤ تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو صرف اس چیز پر ایمان لاتے ہیں جو ہمارے ہاں (یعنی نسلِ اسرائیل میں) اتری ہے۔ اس دائرے کے باہر جو کچھ آیا ہے' اسے ماننے سے وہ انکار کرتے ہیں' حالانکہ وہ حق ہے اور اس تعلیم کی تصدیق و تائید کر رہا ہے جو ان کے ہاں پہلے سے موجود تھی۔ اچھا ان سے کہو: اگر تم اس تعلیم ہی پر ایمان رکھنے والے ہو جو تمہارے ہاں آئی تھی' تو اس سے پہلے اللہ کے ان پیغمبروں کو (جو خود بنی اسرائیل میں پیدا ہوئے) کیوں قتل کرتے رہے؟ ۳۰

---- تمہارے پاس موسیٰؑ کیسی کیسی روشن نشانیوں کے ساتھ آئے۔ پھر بھی تم ایسے ظالم تھے کہ ان کے پیٹھ موڑتے ہی بچھڑے کو معبود بنا بیٹھے۔ ۳۱

---- پھر ذرا اس میثاق کو یاد کرو' جو طور کو تمہارے اوپر اٹھا کر ہم نے تم سے لیا

تھا۔ ہم نے تاکید کی تھی کہ جو ہدایات ہم دے رہے ہیں' ان کی سختی کے ساتھ پابندی کرو' اور کان لگا کر سنو۔ تمہارے اسلاف نے کہا: ہم نے سن لیا' مگر مانیں گے نہیں۔ اور ان کی باطل پرستی کا یہ حال تھا کہ دلوں میں ان کے بچھڑا ہی بسا ہوا تھا۔ کہو' اگر تم مومن ہو' تو یہ عجیب ایمان ہے جو ایسی بری حرکات کا حکم تمہیں دیتا ہے۔ ۹۲

---- ان سے کہو' اگر واقعی اللہ کے نزدیک آخرت کا گھر تمام انسانوں کو چھوڑ کر صرف تمہارے ہی لیے مخصوص ہے' تب تو تمہیں چاہیے کہ موت کی تمنا کرو' (یعنی راہِ حق میں شوق سے جانیں دینے نکلو) اگر تم اپنے اس خیال میں سچے ہو ----- یقین جانو' یہ کبھی اس کی تمنا نہیں کریں گے' اس لیے کہ اپنے ہاتھوں جو کچھ کما کر انہوں نے وہاں بھیجا ہے اس کا اقتضا یہی ہے (کہ یہ وہاں جانے کی تمنا نہ کریں) ۹۳

---- تم انہیں سب سے بڑھ کر جینے کا حریص پاؤ گے' حتیٰ کہ یہ اس معاملے میں مشرکوں سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک ایک شخص یہ چاہتا ہے کہ کسی طرح ہزار برس جیئے' حالانکہ لمبی عمر بہرحال اسے عذاب سے تو دور نہیں لے جاسکتی۔ ۹۴

---- ان سے کہو کہ جو کوئی جبرئیل سے عداوت رکھتا ہے۔ (واضح رہے کہ یہودی جبرئیل سے سخت ناراض تھے اور نعوذ باللہ خدا کے مقدس فرشتے کو گالیاں دیتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ ہمارا دشمن ہے' کیونکہ یہ غیر اسرائیلی نبی پر قرآن لایا ہے) اسے معلوم ہونا چاہیے کہ جبریل نے اللہ ہی کے اذن سے یہ قرآن تمہارے (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے) قلب پر نازل کیا ہے' جو پہلے کی آئی ہوئی کتابوں کی تصدیق و تائید کرتا ہے۔ اور ایمان لانے والوں کے لیے ہدایت اور کامیابی کی بشارت بن کے آیا ہے۔ (اگر جبرئیل سے ان کی عداوت کا سبب یہی ہے تو کہہ دو کہ) جو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبرئیل اور میکائیل کے دشمن ہیں' اللہ ان کافروں کا دشمن ہے۔ ۹۵

---- کیا ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا رہا ہے کہ جب انہوں نے کوئی عہد کیا' تو ان میں سے ایک نہ ایک گروہ نے اسے ضرور ہی بالائے طاق رکھ دیا؟ ---- کتاب اللہ کو اس طرح پس پشت ڈال دیا' گویا وہ کچھ جانتے ہی نہیں۔ ۹۶

---- اور لگے ان چیزوں کی پیروی کرنے' جو شیاطین سلیمانؑ کی سلطنت کا نام لے کر

پیش کیا کرتے تھے۔ حالانکہ سلیمانؑ نے کبھی کفر نہیں کیا۔ کفر کے مرتکب تو وہ شیاطین تھے جو لوگوں کو جادوگری کی تعلیم دیتے تھے ---- یہ لوگ ان سے وہ چیز سیکھتے تھے جس سے شوہر اور بیوی میں جدائی ڈال دیں ---- کتنی بری متاع تھی جس کے بدلے انھوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا۔ ۳۷

---- اہلِ کتاب میں سے اکثر لوگ یہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح تمہیں ایمان سے پھیر کر پھر کفر کی طرف پلٹا لے جائیں۔ اگرچہ حق ان پر ظاہر ہو چکا ہے، مگر اپنے نفس کے حسد کی بنا پر تمہارے لیے ان کی یہ خواہش ہے۔ ۳۸

---- ان کا کہنا ہے کہ کوئی شخص جنت میں نہ جائے گا جب تک کہ وہ یہودی نہ ہو یا (عیسائیوں کے خیال کے مطابق) عیسائی نہ ہو۔ یہ ان کی تمنائیں ہیں۔ ان سے کہو: اپنی دلیل پیش کرو، اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو۔ ۳۹

---- یہودی کہتے ہیں: عیسائیوں کے پاس کچھ نہیں۔ عیسائی کہتے ہیں: یہودیوں کے پاس کچھ نہیں ---- حالانکہ دونوں ہی کتاب پڑھتے ہیں ---- اور اسی قسم کے دعوے ان لوگوں کے بھی ہیں جن کے پاس کتاب کا علم نہیں ہے (یعنی مشرکینِ عرب) ۴۰

---- یہودی اور عیسائی تم سے ہرگز راضی نہ ہونگے جب تک تم ان کے طریقے پر نہ چلنے لگو۔ ۴۱

---- یہودی کہتے ہیں: یہودی بنو تو راہِ راست پاؤ گے! عیسائی کہتے ہیں: عیسائی بنو تو راہِ راست پاؤ گے! ان سے کہو: نہیں، بلکہ سب کو چھوڑ کر ابراہیمؑ کا طریقہ (بالکل سیدھا صاف ہے) اور ابراہیمؑ مشرکوں میں سے نہ تھا۔ ۴۲

---- جن لوگوں کو ہم نے پہلے کتاب دی ہے، وہ اس مقام کو (جسے قبلہ بنایا گیا ہے) ایسا پہچانتے ہیں، جیسا اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں۔ مگر ان میں سے ایک گروہ جانتے بوجھتے حق کو چھپا رہا ہے۔ ۴۳

---- حق یہ ہے کہ جو لوگ ان احکام کو چھپاتے ہیں جو اللہ نے اپنی (سابق) کتاب میں نازل کیے ہیں، اور تھوڑے سے دنیوی فائدوں پر انھیں بھینٹ چڑھاتے ہیں، وہ دراصل اپنے پیٹ آگ سے بھر رہے ہیں۔ ۴۴

---- یہ سب کچھ اس وجہ سے ہوا کہ اللہ نے تو ٹھیک حق کے مطابق کتاب

نازل کی تھی مگر جن لوگوں نے کتاب میں اختلافات نکالے وہ اپنے جھگڑوں میں حق سے بہت دور نکل گئے۔ ــ۴۵

قومِ یہود کو اس چارج شیٹ کے جواب میں کھلا ہوا موقع ہے کہ وہ وضاحت کریں۔ اپنے حالیہ فلسطینی مظالم کا بھی جواب دیں' انسانی حقوق کی تباہی و بربادی کے لیے بھی وجہ جواز بتائیں اور انہیں احساس کرنا چاہیے کہ انہیں قدرت نے ایک کھلیان میں کہیں اس لیے جمع نہ کیا ہوا کہ یکبارگی فصل کی گہائی کرکے بھس کو اڑا دیا جائے اور دیکھا جائے کہ غلے کا کوئی دانہ سلامت ہے یا نہیں۔ میرا خیال ہے کہ اب کوئی ذرۂ خیر باقی نہیں۔ آپ کی تاریخ' تاریخِ جرائم سمیٹ کر ایک جرمِ عظیم کی صورت میں سامنے ہے۔ آپ لوگوں نے انسانیت کو خیر و فلاح کا کوئی تحفہ نہیں دیا بلکہ مکرو سازش' ظلم و جبر' فتنہ و فساد' تباہی و غارت گری' اور کمزور آزاری کے تحائف عطا کیے ہیں۔

خیال رکھیے کہ صرف آپ کی قوت' سازش و ظلم ہی فیصلہ کن نہیں اور ڈالر اور بارود اور ایٹم بم ہی آخری طاقت نہیں بلکہ اس سے اوپر مشیت کا وہ قانون کام کرتا ہے جو بالکل خلاف علم و فکر یکایک حوادث کو ابھار دیتا ہے جو پوزیشن کو بدل کر رکھ دیتے ہیں۔ ــ۴۶

ایک دن آئے گا کہ فلسطینی عربوں کی مظلومیت اور مسجدِ اقصیٰ کی بے حرمتیوں کی بلائیں آپ کے لیے وہ آخری خوفناک گرداب پیدا کریں گی جس میں سے ایک یہودی بھی بچ نہ سکے گا ---- بلکہ قدرت کی انتقامی قوتوں کو ایک ایک جھاڑی اور ایک ایک پتھر بتائے گا کہ میرے پیچھے ایک یہودی چھپا ہوا ہے' اسے پکڑو اور شکنجۂ احتساب میں کسو!

پھر کیا نفرت' ظلم اور فتنہ گری کا راستہ اختیار کرنے والی قوم مغضوب اپنے بچنے کا کوئی راستہ نکال سکتی ہے۔

---

## حوالے

ــ۱ البقرہ ۲ : ۱۴
ــ۲ ایضاً : ۴۲
ــ۳ ایضاً : ۴۴
ــ۴ ایضاً : ۵۱
ــ۵ ایضاً : ۵۵
ــ۶ ایضاً : ۵۹
ــ۷ ایضاً : ۶۱
ــ۸ البقرہ : ۶۱
ــ۹ کتابِ مقدس تواریخ۔ آیات ۷ تا ۱۰
ــ۱۰ کتابِ مقدس۔ سلاطین۔ باب ۱۹ آیات ۱ تا ۱۰
ــ۱۱ کتابِ مقدس۔ سلاطین ۔ باب ۲۲۔ آیت ۲۶' ۲۷
ــ۱۲ کتابِ مقدس۔ تواریخ۔ باب ۲۴۔ آیت ۲۱
ــ۱۳ یرمیاہ۔ باب ۱۵ آیت ۱۰' باب ۱۸ آیت ۲۰' ۲۳۔ باب ۲۰ آیت ۱' ۱۸ ۔ باب ۳۶ تا باب ۴۰
ــ۱۴ عاموس۔ باب ۷ ۔ آیت ۱۰ تا ۱۳
ــ۱۵ مرقس۔ باب ۶ ۔ آیت ۱۷' ۲۹

۱۶۔ متی۔ باب ۲۷۔ آیت ۲۰ تا ۲۶
۱۷۔ البقرہ ۲ : ۶۳' ۶۴
۱۸۔ البقرہ ۲ : ۶۵
۱۹۔ البقرہ ۲ : ۶۷ تا ۷۱
۲۰۔ البقرہ ۲ : ۷۴
۲۱۔ البقرہ ۲ : ۷۵' ۷۶
۲۲۔ البقرہ ۲ : ۷۸
۲۳۔ البقرہ ۲ : ۷۹
۲۴۔ البقرہ ۲ : ۸۰' ۸۱
۲۵۔ البقرہ ۲ : ۸۳
۲۶۔ ایضاً : ۸۴' ۸۵
۲۷۔ ایضاً : ۸۶
۲۸۔ البقرہ ۲ : ۸۷
۲۹۔ ایضاً : ۸۹
۳۰۔ ایضاً : ۹۱
۳۱۔ ایضاً : ۹۲
۳۲۔ ایضاً : ۹۳
۳۳۔ البقرہ ۲ : ۹۵
۳۴۔ ایضاً : ۹۶' ۹۷
۳۵۔ ایضاً : ۹۸
۳۶۔ ایضاً : ۱۰۰' ۱۰۱
۳۷۔ البقرہ ۲ : ۱۰۲
۳۸۔ ایضاً ۲ : ۱۰۹
۳۹۔ ایضاً : ۱۱۱
۴۰۔ ایضاً : ۱۱۳
۴۱۔ ایضاً : ۱۲۰
۴۲۔ ایضاً : ۱۳۵
۴۳۔ ایضاً : ۱۳۶
۴۴۔ ایضاً : ۱۷۴
۴۵ ایضاً : ۱۷۶

۴۶۔ ابھی آپ نے دیکھا نہیں کہ روس کا جبری و آمرانہ نظام اپنے بھاری فلسفیانہ لٹریچر' اپنی قاھر فوج' اپنی زیر تسلط نو آبادیات اور سپرپاور نمبر ۲ ہونے کے باوجود کیفر کردار سے نہ بچ سکا۔ آپ کس باغ کی مولی ہیں۔

---

## بقیہ امام مسلمؒ : احوال و آثار

علیہ مسلم و البخاری) استانبول میں قلمی اجزا ہیں۔

(۸) محمد شریف بن مصطفیٰ التوقادی' (احکام التصحیین)' طبع بولاق' قاہرہ ۱۲۹۰ھ۔

۲ ۔ کتاب الکنیٰ والاسماء : راویوں کے ناموں اور ان کی کنیتوں کے بارے میں ہے' قلمی اجزاء استانبول میں ہیں۔

۳ ۔ کتاب المنفردات والوحدان : طبع سنگی' آگرہ ۱۳۲۳ھ۔

۴ ۔ کتاب الطبقات : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معاصرینِ کرام (۱) جنہوں نے آپؐ کو دیکھا اور ان سے احادیث کی بھی روایت کی؛ (۲) جنہوں نے صرف آپؐ کی زیارت کی۔ چند اوراق استانبول میں ہیں۔

۵ ۔ رجال عروۃ بن الزبیر : چند اوراق دمشق کے کتاب خانہ ظاہریہ میں ہیں۔

۶ ۔ کتاب البیمیز : چھٹی صدی ہجری کے لکھے ہوئے چند اوراق دمشق میں ہیں۔

# امام مسلمؒ: احوال و آثار

شیخ نذیر حسین

معاصر ترک فاضل استاد فواد محمد سیزگین نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "تاریخ التراث العربی" جلد دوم میں صحیح مسلم، اس کی شروح، حواشی اور مختصرات کے علاوہ امام مسلم کی دوسری کتابوں کا بھی بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ موضوع کی اہمیت کے پیش نظر صحیح مسلم سے متعلقہ باب کا ترجمہ پیشِ خدمت ہے (نذیر حسین)

امام ابوالحسن مسلم بن حجاج القشیری النیشاپوری(۲۰۲ھ / ۸۱۷ء بعض روایتوں میں ۲۰۶ھ لکھا گیا ہے) نیشا پور میں پیدا ہوئے۔ دوسرے محدثین کی طرح انہوں نے طلبِ حدیث کے لیے بلادِ اسلامیہ کا متعدد بار سفر کیا۔ آخر کار انہوں نے نیشا پور کے ایک نواحی قصبہ نصر آباد میں ۲۶۱ھ / ۸۷۵ء میں وفات پائی۔ وہ حدیث کے علاوہ فقہ میں بھی اعلیٰ دست گاہ رکھتے تھے۔ ان کی شہرت کی بنیاد صحیح مسلم پر ہے، جو صحیح احادیث کا معتمد علیہ مجموعہ ہے۔ بعض محدثین کے نزدیک سرد اسانید، متون کے حسنِ سیاق اور منطقی ترتیب کے اعتبار سے صحیح مسلم، صحیح بخاری پر فوقیت رکھتی ہے۔

## حالات کے مآخذ و مصادر

(۱) ابن الندیم (الفہرست)، ص ۲۳۱،

(۲) ابن خیر (الفہرست)، ص ۲۱۲،

(۳) خطیب بغدادی (تاریخ بغداد ج ۱۳: ۱۰۰ تا ۱۰۴)،

(۴) ابن ابی یعلی (طبقات الحنابلہ، ۱: ۳۳۷)،

(۵) ابن خلکان (وفیات، ۲: ۱۱۹ تا ۱۲۰)،

(۶) الذہبی (تذکرہ الحفاظ، ۵۸۸ تا ۵۹۰)،

(۷) ابن حجر (التہذیب ' ۱۰ : ۱۲۶ تا ۱۲۸)'

(۸) الیافعی (مرآۃ الجنان ' ۲ : ۱۷۴)'

(۹) ابن العماد (شذرات الذہب ' ۲ : ۱۴۴ تا ۱۴۵)'

(۱۰) الزرکلی (الاعلام ' ۸ : ۱۱۷) '

(۱۱) الکحالہ (معجم المولفین ' ۱۲ : ۲۳۲)'

(۱۲) ضیا الدین اصلاحی ! (تذکرۃ المحدثین ' ج ۱ ' ص ۲۲۶ تا ۲۶۴)

مندرجہ بالا مورخین کے علاوہ یورپین فضلا' مثلاً وسٹن فیلٹ' نولدکہ' گولٹ تسیمر اور روبسن نے بھی جرمن اور انگریزی زبانوں میں اسی موضوع پر فاضلانہ مقالات لکھے ہیں جن کے بعض مشمولات پر اختلافات بھی کیا جاسکتا ہے۔

(۱) الجامع الصحیح

صحیح مسلم کے قلمی نسخے مشرق و مغرب کے تمام کتاب خانوں میں پائے جاتے ہیں۔ یہ بیسیوں بار دہلی اور قاہرہ وغیرہ میں چھپ چکی ہے۔ اس کا عمدہ ایڈیشن محمد فواد عبدالباقی نے پانچ جلدوں میں ۱۹۵۵ء میں قاہرہ سے شائع کیا تھا۔

ہندوستانی ایڈیشن میں امام نووی کی شرح صحیح مسلم بھی شامل ہوتی ہے۔

شروح

(۱) ابوعبداللہ محمد بن علی بن محمد التمیمی المازری ' المتوفی ۵۳۶ھ /۱۱۴۱ء' (المعلم بفوائد مسلم)' فاس' پیرس' قاہرہ اور استنبول میں قلمی نسخے ہیں۔

(۲) قاضی عیاض بن موسیٰ الیحصبی' المتوفی ۵۴۴ھ /۱۱۴۹ء (اکمال المعلم بفوائد مسلم) مشہور ترین شرح ہے' ابھی تک شائع نہیں ہوسکی۔ اس کے مخطوطات تونس' فاس اور استنبول میں ہیں۔ اس کا تکملہ محمد بن خلفہ بن عمر الوشتانی الدبی التونسی' المتوفی ۸۲۷ھ /۱۴۲۳ء نے اکمال اکمال المعلم کے نام سے لکھا تھا۔ یہ تکملہ المازری ' قاضی عیاض اور القرطبی کی شروح کا مجموعہ ہے جو قاہرہ سے سات جلدوں میں ۱۳۲۸ھ میں شائع ہوا تھا۔

(۳) احمد بن عمر الانصاری القرطبی' المتوفی ۶۵۶ ھ / ۱۲۵۸ء (المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم)' مدینہ منورہ' بصرہ' قاہرہ اور استنبول میں اس کی متعدد جلدیں ہیں۔

(۴) یحییٰ بن شرف النووی' المتوفی ۶۷۶ھ / ۱۲۷۸ء (المنہاج فی شرح صحیح مسلم بن الحجاج)' مشہور ترین اور مقبول ترین شرح ہے اور لکھنؤ' دہلی' قاہرہ اور کراچی سے متعدد بار شائع ہوچکی

ہے۔
(۵) ابوعبداللہ محمد ابن یحییٰ بن ہشام الانصاری، المتوفی ۶۴۶ھ / ۱۲۴۸ء (المفصح المفہم، والموضح الملہم لمعانی صحیح المسلم) ۱۰۶ کے قریب اوراق قاہرہ میں ہیں۔
(۶) محمد بن محمود البابرتی، المتوفی ۷۸۶ھ / ۱۳۸۴ء (شرح صحیح مسلم) استنبول میں ایک جلد ملتی ہے۔
(۷) ابن المہندس عبداللہ بن محمد بن ابراہیم الصالحی الحنفی، زمانہ حیات ۶۹۱ھ / ۱۲۹۲ء تا ۷۶۹ھ / ۱۳۶۸ء (شرح صحیح مسلم)، لینن گراڈ میں چند اجزا ہیں۔
(۸) شمس الدین ابی عبداللہ محمد ابن عطاء اللہ بن محمد الرازی، المتوفی ۸۲۹ھ / ۱۴۲۶ء، (فضل المنعم فی شرح صحیح مسلم) استنبول اور بانکی پور میں چند جلدیں ہیں۔
(۹) جلال الدین السیوطی، المتوفی ۹۱۱ ھ / ۱۵۰۵ء (الدیباج علیٰ صحیح مسلم) فاس، پشاور اور مدینہ منورہ میں چند جلدیں ہیں۔
(۱۰) شہاب الدین احمد بن عبدالحق، المتوفی ۹۶۴ھ (شرح صحیح مسلم) استنبول میں ایک جلد ہے۔
(۱۱) عبدالرؤف المناوی، المتوفی ۱۰۳۱ھ / ۱۶۲۲ء (شرح صحیح مسلم) موصل میں ڈیڑھ سو کے قریب اوراق ہیں۔
(۱۲) عبداللہ بن محمد یوسف آفندی زادہ، المتوفی ۱۱۶۷ھ / ۱۷۵۳ء (عنایت الملک المنعم بشرح صحیح مسلم)، استنبول کے کتاب خانوں میں شارح کے خود نوشتہ نسخہ کی بہت سی جلدیں ہیں۔
(۱۳) نورالحق بن عبدالحق دہلوی، المتوفی ۱۰۷۳ھ / ۱۶۶۴ء، شرح فارسی بعنوان منبع العلم، ان کے صاحبزادے فخرالدین محب اللہ نے اس کو مکمل کیا۔ بانکی پور (پٹنہ) میں قلمی نسخہ ہے۔
(۱۴) مولوی وحید الزمان (اردو ترجمہ و شرح صحیح مسلم)، لاہور ۱۳۰۴ - ۱۳۰۶ھ
(۱۵) عبدالعزیز بن غلام رسول (صحیح مسلم کا پنجابی میں ترجمہ)، لاہور ۱۳۰۷ھ
(۱۶) مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی، المتوفی ۱۹۴۹ء (فتح الملہم بشرح صحیح مسلم) عربی شرح جس کی صرف دو جلدیں شائع ہوئی ہیں، دہلی ۱۹۳۴ء ۔

## صحیح مسلم کے حواشی

(۱) ابوالحسن، محمد بن عبدالہادی السندی، المتوفی ۱۱۳۶ھ / ۱۷۲۳ء) مطبوعہ ملتان۔
(۲) علی بن احمد السعیدی، ۱۱۶۸ھ میں زندہ تھے۔ محشی کا خود نوشت نسخہ استنبول میں ہے۔

## مختصرات صحیح مسلم

(۱) ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن تومرت، المتوفی ۵۲۴ھ / ۱۱۳۰ء (مختصر صحیح مسلم) ۵۶ اوراق ڈبلن (آئرلینڈ)، برطانیہ میں ہیں۔

(۲) احمد بن عمر الانصاری القرطبی، المتوفی ۶۵۶ھ / ۱۲۵۸ء (تلخیص صحیح مسلم)، استنبول اور ڈبلن میں دو جلدیں ہیں۔

(۳) ابومحمد عبدالعظیم بن منذری، المتوفی ۶۵۶ھ / ۱۲۵۸ء (المختصر الجامع المعلم بمقاصد صحیح مسلم) ناصرالدین البانی نے اس کا خوبصورت ایڈیشن بیروت سے شائع کیا ہے۔

## شرح

سید صدیق حسن، المتوفی ۱۳۰۷ھ (سراج الوہاج فی شرح مختصر صحیح مسلم بن الحجاج)۔ پہلے بھوپال اور اب بیروت سے شائع ہوئی ہے۔

(۴) محمد مصطفیٰ عمارہ، (مختار الامام مسلم)، مطبوعہ قاہرہ۔

## اربعین، حدیث النووی

چالیس احادیث کا انتخاب، جس کا ترجمہ فارسی اور اردو میں ہوچکا ہے۔

## مسلم و بخاری کے رواۃ

(۱) ابوالحسن علی بن عمر الدار قطنی، المتوفی ۳۸۵ھ / ۹۹۵ء (رجال البخاری و مسلم) حیدر آباد (دکن) میں چالیس اوراق ہیں۔

(۲) (الف) ابوعبداللہ الحاکم النیشاپوری، المتوفی ۴۰۴ھ / ۱۰۱۴ء (تسمیتہ من اخرجھم البخاری والمسلم)۔

(ب) وہی مصنف ! المدخل الی معرفتہ الصحیحین۔

(۳) محمد بن طاہر بن علی القیسرانی، المتوفی ۵۰۷ھ / ۱۱۱۳ء (الجمع بین رجال الصحیحین)۔

(۴) احمد بن احمد بن موسیٰ الکاری، المتوفی ۷۶۳ھ / ۱۳۶۲ء (رجال بخاری و مسلم) پہلی جلد مکتبہ تیمور پاشا، قاہرہ میں ہے۔

(۵) یحیٰی بن ابی بکر العامری الشافعی، المتوفی ۸۹۳ھ / ۱۴۴۸ء (الریاض المستطابہ فی جملہ من روی فی الصحیحین من الصحابہ)

(٦) عبدالغنی بن احمد البحرانی الشافعی ' ۱۱۷۴ھ / ۱۷۶۱ء میں بقیدِ حیات تھے ' (قرۃ العین فی ضبط اسماء رجال الصحیحین) مطبوعہ حیدر آباد دکن ۱۳۲۳ھ ۔

### مشکل الفاظ کی شروح

(۱) محمد بن ابی نصر الحمیدی ' المتوفی ۴۸۸ھ / ۱۰۹۵ء (تفسیر غریب ما فی الصحیحین) ۱۸۰ اوراق کتاب خانہ تیمور پاشا قاہرہ میں ہیں۔

(۲) ابواسحاق ابراہیم بن یوسف بن قرقول ' المتوفی ۵۶۹ھ / ۱۱۷۳ء ' (شرح مشکلات الصحیحین) ' قاضی عیاض کی مشارق الانوار سے ماخوذ ' استنبول میں ایک جلد ہے۔

(۳) ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی ' المتوفی ۵۹۷ھ / ۱۲۰۰ء (کشف مشکل حدیث الصحیحین) ' پرنسٹن یونیورسٹی (امریکہ) میں ایک جلد محفوظ ہے۔

(۴) خلیل بن کیکلدی ' المتوفی ۷۶۱ھ / ۱۳۵۹ء (مشکل صحیحین) ۔

(۵) خلیل بن کیکلدی چلپی ' المتوفی (کشف النقاب عما روی الشیخان لاصحاب) چند اوراق استانبول میں ہیں۔

### کتب الجمع بین الصحیحین

(۱) محمد بن عبداللہ جوزقی ' المتوفی ۳۸۸ھ / ۹۹۸ء (کتاب الجمع بین الصحیحین) ۔

(۲) محمد بن عبداللہ الحاکم النیشاپوری ' المتوفی ۴۰۴ھ / ۱۰۱۴ء (المستدرک علی الصحیحین) ' حیدر آباد دکن سے شائع ہو چکی ہے۔

(۳) محمد بن نصر الحمیدی ' المتوفی ۴۸۸ھ / ۱۰۹۵ء (الجمع بین الصحیحین) اس کی شرح یحییٰ بن محمد بن جبیرۃ المتوفی ۵۶۰ھ / ۱۱۶۵ء نے الافصاح عن معانی الصحاح کے نام سے لکھی ہے۔ غالباً چھپ چکی ہے۔

(۴) ابونعیم عبداللہ بن الحسن بن احمد بن الحداد ' المتوفی ۵۱۷ھ (الجمع بین الصحیحین) ' ڈبلن (آئرلینڈ) میں ایک جلد ہے۔

(۵) عبدالحق بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ الاشبیلی ' المتوفی ۵۸۱ھ / ۱۱۸۵ء (الجمع بین الصحیحین) استنبول میں قلمی نسخے ہیں۔

(۶) ابو حفص عمر بن بدر بن سعید الموصلی ' المتوفی ۶۲۲ھ / ۱۲۲۵ء (الجمع بین الصحیحین) ۔

(۷) احمد بن عبدالرحمٰن ابن محمد الحریری ' المتوفی ۷۵۸ھ / ۱۳۵۷ء (مفید السامع والقاری مما اتفق

بقیہ بر صفحہ ۴۸

# رسائل و مسائل

## حلال جانور کا بول بطور دوا

چند دن ہوئے بخاری شریف کتاب الطب میرے مطالعہ میں تھی۔ ایک حدیث، جو حضرت انسؓ سے روایت ہے، پڑھنے کا اتفاق ہوا، جس میں آنحضرتؐ نے ایک قبیلہ کو اونٹ کا پیشاب پینے کے لیے کہا، یہ قبیلہ اسلام قبول کرچکا تھا۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی اور نہ دل اس بات کو ماننے کے لیے تیار ہے کہ حضورؐ اور پیشاب پینے کی ہدایت۔

ایک عالمِ دین جو ایک دارالعلوم میں حدیث پڑھاتے ہیں، یہ کہتے ہیں کہ مذاہبِ اربعہ میں ایک طبقہ ہے جو ہر حلال جانور کے پیشاب کو حلال کہتا ہے۔

آپ سے گزارش ہے کہ اس حدیث کی اصل پر پوری طرح روشنی ڈالیں تاکہ دل کو اطمینان ہو۔

جس حدیث کے بارے میں آپ نے دریافت کیا ہے یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ بخاری شریف، مسلم شریف اور دوسری کتابوں میں مروی ہے۔ شارحین نے اس کی شرح میں جو کچھ فرمایا ہے وہ یہی ہے کہ اونٹوں اور دوسرے حلال جانوروں کا پیشاب بطور دوا جائز ہے۔ جس طرح شراب و مسکرات کے ماسوا دوسری نجس اور حرام اشیا کا استعمال اضطراری طور پر بطور علاج جائز ہے۔ فقہائے کرام کی اکثریت کا مسلک یہی ہے۔ جہاں تک اس خاص واقعہ کا تعلق ہے جو اس حدیث میں بیان ہے اس پر میری گزارشات درج ذیل ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مدینہ منورہ کی آب و ہوا میں کچھ ایسی نمی اور رطوبت تھی، جو باہر سے آنے والے نو واردوں کو راس نہیں آتی تھی۔ صحیح احادیث میں حضرت عائشہؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے مروی ہے کہ مہاجرین جب مدینہ منورہ ہجرت کرکے پہنچے تھے تو ان کی بڑی تعداد بخار میں مبتلا ہوگئی۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت بلالؓ کے بارے میں آیا ہے کہ وہ طبیعت کی

ناسازی کے باعث بعض اشعار پڑھتے تھے جو حدیث میں مروی ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جب حضرت عائشہؓ نے یہ صورتحال بیان کی تو آنحضورؐ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور بخار کی وبا مدینہ سے دور ہوگئی۔ کسی صحابیؓ سے آپؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم مدینہ کے گردونواح میں جاکر قیام کرو یا اونٹوں کا دودھ یا پیشاب بطور دوا استعمال کرو۔ صحابہ کرامؓ کی تو تمنا ہوتی تھی کہ انہیں پیغامِ اجل آئے تو مدینۃ النبی میں آئے۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ میرے والد ماجد دعا مانگا کرتے تھے کہ **اللھم ارزقنی الشھادۃ فی سبیلک واجعل موتی فی بلدۃ حبیبک** (اے میرے اللہ مجھے شہادت فی سبیل اللہ عطا فرما اور میری جب موت آئے تو دیارِ حبیب میں آئے)۔ حضرت عبداللہؓ بن عمر کہتے ہیں کہ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ دونوں دعائیں بیک وقت کیسے قبولیت حاصل کریں گی۔ لیکن جب میرے والد ماجد کو ایک عجمی شقی نے اچانک حملہ کرکے شہید کردیا اور مدینہ منورہ ہی میں آپؓ کی تکفین و تدفین ہوئی تو میں سمجھ گیا کہ دونوں دعائیں کیسے قبول ہوئیں۔ یہ ان صحابہ کرامؓ کی کیفیت تھی جو دنیا و مافیہا کو چھوڑ کر اور علائق مادیہ سے منہ موڑ کر مدینہ طیبہ کی آغوشِ عاطفت میں آکر پناہ لیتے تھے۔

لیکن اس کے برعکس بعض بدوی اعرابی ایسے بھی ہوتے تھے جو مدینہ میں آکر ٹھہر تو جاتے تھے اور اسلام کا زبانی اقرار بھی کرلیتے تھے مگر ایمان ان کے دل میں راسخ نہیں ہوتا تھا۔ سورۃ الحجرات میں ان کے بارے میں فرمایا گیا' **وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ** (اور ایمان ابھی تک تمہارے دلوں میں نہیں اترا۔) یہ لوگ کسی وقتی منفعت یا عارضی مضرت کے پیشِ نظر ایمان کا دعویٰ تو کرلیتے تھے لیکن قلبی تعلق و تصدیق اور دلی رسوخ انہیں حاصل نہیں ہوتا تھا۔ عکل و عرینہ کے قبیلے کے جن افراد کا ذکر اس حدیث میں ہے وہ ایسے ہی لوگ تھے۔ قرآن و حدیث میں اس طرح کے کچے ناپختہ اشخاص کا ذکر دوسرے مقامات پر بھی آیا ہے۔ بخاری شریف' بیعۃ الاعراب میں ایسے ہی ایک آدمی کا تذکرہ ہے جس نے بیعت کرلی۔ پھر کہنے لگا کہ مجھے مدینے کی آب و ہوا راس نہیں آئی' مجھے جانے کی اجازت دیجیے۔ اصرار کے بعد جب وہ مدینہ منورہ چھوڑ کر چلا گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' مدینہ ایک بھٹی کے مانند ہے جو کھرے کھوٹے میں امتیاز کردیتی ہے۔ عکل و عرینہ کے ان اشخاص کے نفاق و ارتداد کا مزید ثبوت یہ ہے کہ جب انہیں مدینہ منورہ کے باہر سرکاری چراگاہ میں رہنے اور بیت المال کے اونٹوں کے دودھ یا پیشاب کے استعمال کی اجازت دی گئی تو ان درندوں نے اونٹوں کے محافظین کو نہایت شقاوت اور بے دردی سے قتل کردیا اور اونٹوں کو ہانک کر لے گئے۔ جو بدقسمت دربارِ رسالتؐ اور جوارِ نبوتؐ

بقیہ بر صفحہ ۱۵

# مطبوعات

**دخترِ کشمیر:** از جناب حافظ محمد ادریس' امیر جماعت اسلامی صوبہ پنجاب۔ ناشر: ابو طلحہ' مکتبہ احیائے دین' منصورہ' لاہور۔ سفید کاغذ' ۲۰۰ صفحات۔ قیمت ۴۰ روپے۔

ایک صوبے کے نظامِ جماعت کی ذمہ داری' جامع منصورہ میں کبھی کبھی خطبہ و خطابت کا فیضان بھی' درس قرآن دینا اور تربیت گاہوں میں مربی کا منصب سنبھالنا بھی۔ حافظ صاحب کی شخصیت کئی جہتیں رکھتی ہے۔ حال ہی میں ان کی صلاحیتوں کا ایک نیا دریچہ کھل گیا —— جس پر کہا جاسکتا ہے کہ "گویا دبستاں کھل گیا۔" "مراد یہ کہ ان کے افسانوں کا تازہ مجموعہ سامنے ہے۔ یہ افسانے جہادِ کشمیر' نوجوانوں کی شہادت' خواتین پر انسانی بھیڑیوں کے حملے' بستیوں کے جلنے کے درد انگیز حالات کے حقیقی مواد سے تشکیل پائے ہیں۔ ایسے درد ناک حالات کو وقائع نگار یا سفر نامہ نگار اور طرح پیش کرتا ہے' سیاسی لیڈر یا صحافی دوسری طرح سامنے لاتا ہے' مگر ادیب و شاعر انہی حالات کی اپنے جذبات و احساسات کے رنگوں سے نقش گری کرکے دلوں میں اتر جاتا ہے۔ سو یہی تجزیہ حافظ محمد ادریس صاحب نے کیا ہے' اور بڑی حد تک کامیاب تجزیہ ہے۔

"الشیخ مصلح الدین" کے نام سے پہلے افسانے کا آغاز ہوتا ہے۔ یہ معرکۂ آزادی کے ظہور کے آغاز کا قصہ ہے۔ "انوکھا دہشت گرد" میں ایک کردار پہلی سطر ہی میں جلوہ گر ہے۔ "مجھے رام دیال نہ کہا کرو' میرا نام سیف اللہ ہے"۔ یہ مسلمانوں سے نفرت رکھنے والا نوجوان سید جمال علوی جیسے عظیم مسلم قیدی کے اثر سے اسلام قبول کرلیتا ہے۔ بعد میں اس کی والدہ بھی مسلمان ہوگئی۔ جنت کا ناشتہ کے عنوان سے جمیلہ (اور اس کی بکری) کا قصہ بہت جذبہ انگیز اور دلچسپ ہے۔ "رحمت کا فرشتہ" کے عنوان سے ایک ڈاکٹر کے گھر پر رات کو ہندو فوجیوں کی یورش' اور چھپے ہوئے مجاہدین کا پیچھے سے جاکر بعض کو نشانہ بنانا اور بعض کو ہینڈز اپ کرا دینا' اور بالآخر سب کا خاتمہ' عجیب قسم کا ڈرامائی منظر ہے۔ "وولر بیراج پر دھماکے" بھی خوب ہے۔ مگر "دخترِ

کشمیر" مرکزی افسانہ ہے۔ بھائی شہید ہو جاتا ہے تو بہن "دخترِ کشمیر" کہتی ہے کہ "بھیا تم نے اپنا عہد پورا کردیا' تمہاری بہن بھی اپنا عہد نبھائے گی۔"

بقیہ ساری کہانیوں پر ایک ایک فقرہ لکھنے سے بھی قصہ "طولانی" ہو جائے گا۔ بس یہی گزارش ہے کہ کشمیر سے متعلق یہ سارے افسانے اپنے اندر رنگِ حقیقت لیے ہوئے ہیں اور سب آسان زبان اور دلچسپ انداز میں لکھے گئے ہیں۔ (ن - ص)

---

**حبیبِ کبریاؐ کے تین سو اصحابؓ:** مولف: جناب طالب الہاشمی - ناشر: چین اسلامک پبلشرز' اردو بازار' لاہور۔ ضخامت ۷۱۲ صفحات۔ قیمت ۱۶۰ روپے۔

برادرم طالب الہاشمی نے سیرالصحابہؓ کے سات گلدستے تیار کرنے میں درجۂ اولیت' درجۂ تخصص اور درجۂ فراوانی' خدمتِ دین حاصل کرلیا ہے۔ ان کو اس جہانِ خیروبرکت کی جادہ پیمائیاں کرتے ہوئے چوتھائی صدی کے مہ و سال گزر گئے' اور طالب صاحب کا توسنِ کلکِ صدق رقم برابر اپنی برق رفتاری سے چلا جارہا ہے اور سوار ہے کہ سیرِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی گل فروش وادیوں کی ایک ایک پتی کی تصویریں تیار کرتا جارہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کی تاقیامت حفاظت کا وعدہ خود فرمایا تاکہ دین کا فکری و ایمانی مرکز اور ہدایتِ پاک کا سرچشمہ امت اور انسانیت کے لیے سرمایۂ فلاح ہو۔ متعدد علماء نے بہت سے قرآنی اشارات سے یہ حقیقت بھی واضح کردی ہے کہ قرآن کی جو تبیینِ لسانی و عملی و سکوتی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیش فرمائیں گے' حفاظتِ قرآن کے وعدے میں اس کی حفاظت کا وعدہ بھی شامل ہے۔ یعنی قرآن کے ساتھ نبی مامور من اللہ برائے تبیین القرآن کی وضاحت و تشریح بھی امت اور اس کی نسلوں کے لیے بمنزلۂ نص ہے۔ چنانچہ صحابہؓ نے آپؐ کے قول و فعل کا ریکارڈ' حافظے میں بھی اور تحریری طور پر بھی جمع کیا۔ بعد میں آئمہ حدیث نے اس سارے ریکارڈ کو سمیٹ کر روایت و درایت کے معیارات سے چھانا پھٹکا اور کھرے مال کو الگ کرلینے کی کوششیں کیں۔ اس کے لیے سلسلۂ اسناد' اسماء الرجال' درایت کے اصول' جھوٹی احادیث کے متعلق معلومات وغیرہ نئے علوم مرتب کردیے۔ اس طرح حدیث محفوظ ہوگئی۔

اب صرف ایک چیز کی اور ضرورت تھی کہ صحابہ کرامؓ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور امت مابعد (نسل در نسل) کے لیے وسیلہ و واسطہ تھے احادیث و اخبار کو پہنچانے کا' اور پہلے مرتبے (بعض اوقات دو دو روایتی درجوں تک) کے راویؑ اقوال و اعمالِ رسولؐ تھے' ان کی

سیرتوں کا پورا ریکارڈ بھی دنیا کے سامنے رکھ دیا جائے کہ اس مرتبے کے صادق' امین اور عدول (انّ اصحابي کلھم عدول) افراد تھے۔ اور حضورؐ کے شیدائی اور آپؐ کی رنجش سے ڈرنے والے۔ ان کی شان یہ تھی کہ وہ ایمان اور نیکی کی ایک ہی کھیتی اور فصل تھے' جس کے لیے خدا تعالیٰ نے "محمدٌ رسولُ اللہؕ والذین معہ" کے محبت آفریں الفاظ استعمال فرمائے۔

اسلاف نے سیر الصحابہؓ کی آئینہ داری کرنے والی بڑی بڑی سات کتابیں عربی زبان میں چھوڑی ہیں۔ اردو کو خوش قسمتی سے اپنا دامن تمام علومِ دینیہ سے خوب بھرنے کا موقع نصیب ہوا۔ اسی سلسلے میں سیر الصحابہؓ کا کام بھی قدرے تاخیر سے شروع ہو کر اب قابلِ فخر سرمایہ بن گیا ہے۔ بھارت میں نہایت نمایاں خدمات اس سلسلے میں دار المصنفین اعظم گڑھ کی ہیں' اس ادارے کے بعد --- علی الخصوص پاکستان میں ---- اس پاکیزہ خدمت کا سہرا برادرم طالب الہاشمی کے سر بندھتا ہے۔ انہوں نے ۷ کتابوں میں ۳۷۴ صحابہ کرامؓ اور ساتویں کتاب (تذکارِ صحابیاتؓ) میں صحابیات کی اتنی بڑی تعداد کے حالات جمع کیے ہیں کہ اور کسی مجموعے میں اب تک نہ تھے۔ میرا جی چاہتا ہے کہ کاش کوئی بڑا ادارہ طالب ہاشمی صاحب کی موجودہ اور آئندہ کتابوں کی مدد سے "انسائیکلو پیڈیا سیر الصحابہؓ" مرتب کرے۔ اتنی بڑی چیز تو لائبریری' بڑی تعلیم گاہوں' یا دوسرے علمی و ادبی اداروں میں کام دے گی۔ عام قارئین کے لیے ان الگ الگ کتابوں کا خریدنا ہی سہل ہو گا۔

طالب صاحب کے بارے میں اطمینان ہے کہ وہ صحیح ماخذ سے استفادہ کر کے اور تحقیق کے بعد لکھتے ہیں۔ برادرم پروفیسر عبدالغنی فاروق اور محترم علامہ ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب نے بہت اچھے انداز میں تعارف اور پیش لفظ لکھا ہے۔

معذرت چاہتا ہوں کہ تین صد صحابہؓ کے حالات کا اصل قصہ میں چھیڑ ہی نہیں سکا کہ ان کے مختلف پہلو دکھاؤں۔ ان انقلابی ہستیوں کی ذاتی اور اجتماعی زندگیوں کی تصویریں' کبھی نوافل و اوراد میں' کبھی سرگرمیٔ معاش میں' کبھی ازدواجی معاملات میں' کبھی میدانِ جنگ میں ---- اور پھر ان کی سرفروشیاں اور جاں نثاریاں اور دنیا کو ایک نگاہ کی ضرب سے اٹھا کر پرے پھینک دینا' مگر اسی دنیا کو لگام دے کر' زین کس کے اس پر سواری کرنا' یہ مناظر اور ان کے بیچ میں جگمگاتی ہوئی سیرتِ نبی اکرمؐ' نیز زمانے کی بنتی ہوئی تاریخ' ٹوٹتا ہوا نظامِ باطل اور ابھرتا ہوا نظامِ حق ---- یہ ایسا عجیب و غریب سامانِ مطالعہ ہے کہ آدمی قیمتی سے قیمتی ناول اور اعلیٰ سے اعلیٰ شاعری کو پڑھ کر بھی یہ لطف نہیں اٹھا سکتا۔ مثلاً عبداللہ بن سعدؓ کا بحری بیڑہ تیار کر کے رومی

بحری بیڑے کو شکست دینا' حضرت زہیر بن صرد سعدی قائد وفد بنو ہوازن مقام جعرانہ' پر حاضر ہوئے اور نبی اکرمؐ کے سامنے تقریر کی جس میں رضاعتی رشتے کا واسطہ دے کر اپنے قیدی اور مال اسباب واپس لینے کی درخواست کی۔ اسی طرح حضرت عویمر عجلانی اور ان کی اہلیہ کے درمیان لعان کا پہلا واقعہ ہوا۔ ام المومنین ام سلمیٰ کا دردناک قصۂ ہجرت۔ کلدہ جمحی جیسے گوشت کے پہاڑ کو پچھاڑا۔ مگر وہ اپنے وعدے کے مطابق ایمان نہ لایا۔

ان ہستیوں کے حالات سے استفادہ کیا تو کتنا ہی وقت اس میں مصروف رہا اور ذہن اسی خاص نہج پر مڑ گیا۔ پھر زیدؓ بن الخطاب کی سوانح و سیرت پڑھی تو ابوابِ حیرت کھلتے گئے۔ غرض جس جس جگہ کچھ پڑھا' جی چاہا کہ اس تذکرے کی ضروری باتیں تو تبصرے میں آنی چاہئیں۔ حفیظ کا ایک شعر میرے حافظے نے اگر مسخ نہ کردیا ہو تو موقع کا ہے ۔

مرا جی چاہتا ہے ' پھر نہ اپنے آپ میں آؤں
اسی آزاد دنیا کی فضا میں جذب ہو جاؤں

واپس تو آگیا ہوں' مگر افسوس کہ تفصیلات عرض کرنا ممکن نہیں۔

آخر میں یہ دعا کرتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ جناب مولف' ان کے قارئین' اہلِ ترجمان اور اس کے قارئین اور اس بندۂ کم ہمت و کم کوش کو ایمان سے مالا مال کرے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت دے اور آخرت میں حضورؐ کی شفاعت نصیب ہو ---- اور خاص طور سے صحابہ کرامؓ کے لیے ہمارے دلوں میں کامل محبت و احترام پیدا کرے اور کسی بھی لمحے اگر کوئی کوتاہی کسی بھی صحابی کے متعلق ہوئی ہو' اسے معاف کرے۔

اپیل یہ کہ اس کتاب کو مدارس کی لائبریریوں میں رکھا جائے' اسے طلبہ پڑھیں' اپنے اسلاف اور ماضی کو جانیں۔ نیز اخبارات میں وقتاً" فوقتاً" صحابہؓ کے حالات چھپنے چاہئیں۔ (ن - ص)

---

**کارکن کی یادداشتیں :** مرتبہ : محمد شکور - ناشر: حرا پبلی کیشنز' ۲/۱۴ فضل الٰہی مارکیٹ ' اردو بازار' لاہور۔ سفید کاغذ پر کمپیوٹرائزڈ طباعت۔ صفحات ۲۷۸۔

ہمارے پرانے ہم قدم و ہم قلم جناب شفیق الاسلام فاروقی نے جماعتِ اسلامی سے متعارف ہونے کے بعد اہم ترین وسیع دور بہ حیثیت کارکن کے گزارا ہے۔ بلکہ انہوں نے جس مجنونانہ انداز میں اس کام کو انجام دیا ہے' اس کی وجہ سے ان کی حیثیت بڑی مثالی ہے۔ انہیں اس جنون سے ایک فائدہ تو یہ ہوا کہ وہ "ابھی تو میں جوان ہوں" کے مقام پر ہیں۔ خصوصاً ان کا

دائرۂ کار جس طرح اندرون ملک کے نوجوان ہیں (اور وہ اپنی ضرورت کی صورتوں کو فوراً پہچانتے ہیں) جن سے بس میں' کسی چائے خانے میں' دکان پر' دفتر میں' کہیں بھی ملاقات ہو جاتی ہے تو پھر وہ سلسلۂ روابط کو بڑھاتے ہیں۔ مطلب کی بات چھیڑتے ہیں اور سلسلہ دراز ہوتا جاتا ہے۔ کتابیں پڑھاتے ہیں' کوئی مسئلہ ہو تو حل کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ وہ بالعموم ان کے محبت بھرے سادہ انداز گفتگو اور بغیر ہیر پھیر کے عام استدلال کے دائرے سے نکل نہیں سکتے۔ اسی طرح وہ موقع کی تلاش میں رہتے ہیں اور کوئی بھی راہ ملے' غیر ملکی طلبہ اور سیاحوں سے رابطہ پیدا کرلیتے ہیں اور ان کو دین کا پیغام اور لٹریچر پہنچانے کا آغاز کردیتے ہیں۔ کتنے ہی غیر مسلم بیرونی ملکوں میں ان کی کوششوں سے مسلمان ہوئے۔ کسی مستشرق کی کتاب دیکھ کر اس پر بحث اٹھادی' کسی اخبار یا رسالے کی اسلام کے بارے میں کسی غلط بیانی کی تردید میں خط لکھ دیا۔ مغرب میں امریکہ کے کالے مسلمانوں اور غیر مسلموں سے خط و کتابت بلکہ وہاں کی جیلوں میں بھی شفیق الاسلام اور وہاں کی مسلم تنظیموں کی کوششوں سے نہایت تیزی سے قیدی اسلام قبول کررہے ہیں۔ کوریا ہو یا جاپان' آسٹریلیا ہو یا فجی اور تائیوان' فلپائن ہو یا گھانا' جہادِ افغانستان (اور اکابرِ جہاد) مصر' شام' الجزائر اور سوڈان --- یہ ساری پھیلی ہوئی سلطنت کارکن کے لیے میدانِ تگ و تاز ہے۔

تفصیلات تو اتنی زیادہ ہیں کہ ان کی جھلک بھی دکھائی جائے تو ۶' ۸ صفحے درکار ہوں گے۔ البتہ مجملاً" مجھے یہ کہنا ہے کہ ابتداء میں نے اسے ایک رپورتاژ کی حیثیت سے پڑھنا شروع کیا لیکن آگے بڑھتے بڑھتے یہ محسوس ہونے لگا کہ میں تو کوئی ناول پڑھ رہا ہوں جس کے "ہیرو" تو کارکن صاحب ہیں' مگر "ہیروئن" کا پتہ نہیں چلا۔ میرا خیال ہے کہ اس کا رکھنا خلافِ قانون ہے۔ یا یوں کہہ لیجیے کہ ہمارے ہاں ہیروئن پردہ میں رہتی ہے اور چہرہ بھی کھلا نہیں رکھتی' اور پھر وہ گھر کے ادارے کی کار پرداز ہے۔

کارکن کی آپ بیتی میں بھی بہت سی چھوٹی چھوٹی کہانیاں ہیں' اور ملکی اور غیر ملکی رابطوں اور ان رابطوں کو نتیجہ خیز بنانے کے ہر سلسلے میں ایک داستان ہے۔ کتاب معلوماتی ہے۔ باہر کے آمدہ' اور کارکن کے روانہ کردہ خطوط جا بجا ملتے ہیں۔ تعلقاتِ کے سلسلوں کا بسا اوقات محض خطوط سے اِدھر سے اُدھر بڑھتے چلے جانا رودادِ کار کا اہم حصہ ہے۔ اس کے باوجود کتاب میں "لائٹ لٹریچر" یا فکشن جیسی لطافت بھی پائی جاتی ہے۔ فاروقی صاحب نے اتنے خطوط لکھے ہیں اور ان میں یہاں کے ایڈیٹروں اور اکابروں کو لکھے ہوئے خطوط بھی شامل ہیں کہ آدمی حیران رہ جاتا

ہے' ہر نو مسلم سے خط و کتابت اور اس کے سوالات کے جواب بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ پھر ہر ملک کا ذکر کرتے ہوئے اس کی تاریخ اور اسلامی تحریک کا حال' نیز اکابرِ اسلام کے انٹرویو اور ان کے تعارفات بڑے اہم ہیں۔

شفیق الاسلام صاحب اختصاصی کارکن ہیں جن کا ایک خاص دائرہ کار ہے۔ مگر ان کے ہاں سے سیکھنے کی چیز یہ ہے کہ کارکن بننے کے لیے کتنا اخلاص' کتنا سودائے عشق' کتنی سوچ بچار اور محنت درکار ہے۔ اگر اس معیار سے دیکھیں تو شاید ایسے یک صد کارکن بھی ہمارے پاس نہ ہوں۔ پھر بغیر کسی داد طلبی سے خاموشی کے ساتھ جو کام شفیق الاسلام صاحب نے کیا ہے وہ بھی اختصاصی امر ہے۔

میں مزید خراجِ اعتراف پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے اپنی سرگرمیوں اور تحریروں میں نہ ٹیڑھ پیدا کیے ہیں' نہ کسی کے خلاف اور کسی کے حق میں زورِ کلام صرف کیا ہے۔ نہ اجتہاد بازیاں کی ہیں۔ بلکہ نظریہ و تحریک کا اس کے اصل رنگ میں' اصل Context کے ساتھ اور اصل ضروریات و مقاصد کے ساتھ کام کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ مولانا مودودیؒ کے سایۂ فکر و عمل میں کام کر رہے ہیں۔ یہ بڑی زرّیں مثال ہے تحریک اور مولانا سے وفا کی۔ (ن - ص)

---

**سانحۂ بوسنیا:** از جناب محمد الیاس انصاری۔ ناشر عبدالحفیظ احمد۔ البدر پبلی کیشنز ۲۳ - راحت مارکیٹ' اردو بازار' لاہور' سفید کاغذ' کمپیوٹرائزڈ طباعت' صفحات ۱۶۷۔ قیمت ۳۹ روپے۔

اس کتاب میں بوسنیا ہرزیگوینا کی تاریخ ترکوں کے حملے سے لے کر اشتراکی یوگوسلاویہ کے قیام تک بیان کی گئی ہے۔

پھر کمیونزم کے خاتمہ سے جمہوری دور کے قیام کا بیان ہے۔

مصیبت کا آغاز مسلمانوں کے اپنے علاقے (بوسنیا) میں آزاد جمہوریہ کے قیام کا فیصلہ کرنے سے ہوا۔ اس خاص تکون کے رہنے والے عیسائی ہوں' یا یورپ کے جمہوریت پرست یا سب سے بڑا جمہوریت نواز امریکہ' سب کو یہ جمہوری عمل اور جمہوری فیصلہ ناپسند ہوا۔ اور سربوں نے حملے شروع کر دیے۔

پھر ہتھیاروں اور اغذیہ وادویہ میں کوتاہ بوسنیائیوں نے اپنے آپ کو بچانے کے لیے ہر امکانی طریقہ سے معرکہ آرائی کی' مگر انہیں نہ صرف پسپا ہونا پڑا بلکہ ان کا سب سے بڑا شہر

ہرزیگوینا ختم ہوگیا۔ اسے جلا دیا گیا۔ تمام مردوں کو یا تو قیدی بنا لیا گیا یا موقع پر قتل کردیا گیا اور عورتوں کو کیمپوں میں بھر کر ان کی عزتوں پر فوجیوں نے مسلسل حملے جاری رکھے۔ کئی اسی مصیبت میں ماری گئیں۔ بچوں کو لوٹ کر لے جایا گیا' تاکہ مسلم نسل کے بچے آئندہ عیسائیت کے صلیب بردار بنیں' یا بعضوں سے گھروں میں خادموں کے کام لیے جائیں۔ بہت سے مسلمانوں کے گلے چیر دیے گئے۔ کچھ تعداد کو دریا یا سمندر میں پھنکوایا جاتا کہ مچھلیوں کی خوراک بنیں۔ خاصی تعداد کو بھٹیوں میں گلا کر جانوروں کی خوراک کے لیے تیار کیا گیا۔ اسی طرح نہتے بوسنیائی لڑتے رہے اور ایک ایک کرکے ان کے شہر اور قصبے چھنتے چلے گئے۔ ادھر دنیا بھر کے چودھریوں اور وڈیروں کی اقوامِ متحدہ نے فیصلہ کیا کہ ہتھیار نہ دیے جائیں۔ غذائی قلت الگ' ادویہ اور ڈاکٹروں کا نایاب ہونا الگ' ان مصیبتوں میں سے گزرتے ہوئے ایک قوم کی تباہی کا تماشا پورا یورپ اور امریکہ ایسے دیکھ رہا ہے جیسے روما کے دنگلوں میں غلاموں کو درندوں کے مقابلے پر چھوڑ کر تمام مہذب لوگ دیکھتے تھے۔ صرف ایک آواز سابق وزیراعظم تھیچر کی اس ہنگامۂ شیطنت کے خلاف اٹھی یا پھر اقوامِ متحدہ کی ایک ٹیم نے یہ حالات دیکھ کر کہا کہ یہ کیا لعنت ہے۔

محمد الیاس انصاری صاحب نے ایک اچھا کام یہ کیا ہے کہ اقوامِ متحدہ اور دیگر سیاسی عمائد کی طرف سے جو کچھ کہا اور جو کچھ کیا گیا اس کی تاریخ اور پوری رپورٹ پیش کردی۔ مسئلہ کے حل کی تجویزیں بحث میں آ رہی ہیں جن کا خلاصہ یہی ہے کہ مسلمانوں کے پاس ان کے سابق علاقے کا ۱۰/۱ یا کم حصہ رہنے دیا جائے۔

اس کتاب میں سربوں کے مسلمانوں پر دردناک اور ذلت آمیز مظالم کی جو تفصیلی رپورٹیں جمع کی گئی ہیں وہ خاصی محنت کا نتیجہ ہیں۔ اور کئی صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں۔ ایک ایک کیمپ اور عقوبت خانے کے سلسلۂ بہیمیت پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔ مسلمان ملکوں میں سے امداد مختلف شکلوں میں ایران' سعودی عرب' پاکستان اور کویت سے گئی ہے۔ باقی سناٹا ہے۔ کویت کا عطیہ بھی ایک لطیفہ ہے۔ حکومتِ کویت نے لندن کے ایک چڑیا گھر کو بند ہونے سے بچانے کے لیے ۱۸ لاکھ ڈالر کا چیک بھیجا۔ بوسنیا کے تباہ و برباد مسلمانوں کو ۳۰ لاکھ ڈالر' لیکن امریکہ میں سائیکلون آنے کے واقعہ پر ایک کروڑ ڈالر کا ہدیہ دیا۔ یہ ہے کارکردگی عالمِ اسلام کی۔

تزلا نامی بشپ نے کہا کہ "لوگوں کو سمجھنا چاہیے کہ ایک مذہبی جنگ ہے" مگر تائیوان میں جناب پوپ یوں خاموش بیٹھے رہے کہ شاید کچھ چیونٹیاں پس گئی ہیں۔ اگر جنگ مذہبی تھی تو

عیسائیت کے رحم اور ہمدردی اور احترامِ انسانیت کا کوئی نمونہ دکھاؤ۔

ایک دلچسپ نکتہ یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کے متعلق کہا گیا کہ اپنے تیز رفتار اضافۂ آبادی کی وجہ سے یہ چھوٹی سی مسلم اقلیت چند سال میں بڑی اکثریت میں بدل جائے گی۔ لہٰذا اسے باقی نہ رہنے دینا چاہیے۔

کلمۂ آخر یہ کہ بوسنیا کے مسلمان مغربی کلچر کے رنگ میں رنگے جاچکے تھے اور بہت کم مسلم اقدار و شعار ان میں باقی تھے۔ مگر وقت کا چیلنج آیا تو ترکِ مذہب کے بجائے جہاد فی سبیل اللہ کے لیے اس طرح اٹھے کہ سب کچھ قربان کردیا' اور انتہائی تباہی کے بعد بھی ان کا جذبۂ اسلام زندہ ہے۔ (ن - ص)

---

**عدل :** از عرفان حسن صدیقی۔ باہتمام فضل سلمان ٹرسٹ (برائے تحقیقات قرآن حکیم)۔
ناشر: فیروز سنز لیمٹڈ' لاہور' راولپنڈی' کراچی۔ سفید کاغذ پر جدید طباعت' صفحات ۲۳۰۔
قیمت ۱۵۰ روپے۔

ہمارے حلقے میں ہمارے سامنے اٹھنے والے جوانانِ عزیز میں عرفان الحسن صدیقی بڑی نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ انہوں نے تعلیم کے بعد تھوڑی سی عمر سے ہی کاروباری سرگرمی میں حصہ لینا شروع کردیا۔ اور بہت محنتیں کیں' مگر شجرِ محنت پہ پھل نہ آیا۔ اسی دوران میں اپنے ذاتی شوق سے وہ قرآن حکیم کا ایک خاص انڈکس تیار کرنے میں مصروف رہے۔ انہوں نے مختلف اہم الفاظ پر قرآن کی تمام آیات ترتیب وار جمع کیں اور ان پر مزید محنت کی۔ سو پہلا مجموعہ "دعا" کے نام سے شائع ہوا' اب عدل کے عنوان سے دوسری کوشش سامنے آرہی ہے۔ یعنی صرف آیات اور سورۃ کا نمبر ہی نہیں لیا گیا کہ ایک لسٹ بن جاتی ہے بلکہ ساتھ پوری آیت درج ہے جس میں عدل کا لفظ ہے۔ پھر یہ وضاحت کہ یہاں عدل کا مفہوم کیا ہے۔ اس سلسلے میں قرآن کی دوسری آیات سے استشہاد کے علاوہ ضروری احادیث کو بھی مع مفہوم پیش کیا گیا ہے۔ اس طرح عدل کی قرآنی اصطلاح کے جملہ اطلاقات اور مطالب کی بہت اچھی وضاحت ہو جاتی ہے۔ نوجوان مولف نے آٹھ مختلف بڑی بڑی مسلّمہ تفاسیر کو سامنے رکھا ہے۔ گویا یہ کتاب تمام مکاتبِ فکر (اسلامی) سے سیراب ہوئی ہے۔

دلچسپ بات یہ کہ عدل کے موضوع پر لکھی جانے والی اس کتاب کا دیباچہ پاکستان کی عدلیہ

کی سب سے بڑی شخصیت جسٹس ڈاکٹر سید نسیم حسن شاہ چیف جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان نے اپنے قلمِ خاص سے لکھا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ حالیہ مقدمہ برطرفی مرکزی اسمبلی میں جسٹس موصوف نے عرفان حسن کو دیکھا تو بلا کر کہا کہ میں اس کتاب کو اس کیس کے سلسلے میں دیکھنا چاہتا ہوں۔

نوجوان مولف نے ۱۵۰۰ قرآنی موضوعات پر مواد اکٹھا کرکے ۷ کتابیں تیار کی ہیں۔ پہلی دوسری کتاب تو چھپ چکی۔ اب قرآن حکیم کی اخلاقی تعلیمات ' معاشرتی تعلیمات' سیاسی تعلیمات' معاشی تعلیمات اور قانونِ اسلام باقی ہیں۔ خدا کرے یہ سارا کام بخیروخوبی پایہ تکمیل کو پہنچے۔

کتاب میں کمپیوٹر کے ٹائپ میں کچھ غلطیاں ملتی ہیں۔ آئندہ کے لیے خیال رکھیں۔

(ن - ص)

---

**اردو ترجمہ قرآن حکیم :** مرتبہ مولانا سیّد شبیراحمد۔ بہ اہتمام "قرآن آسان تحریک" رجسٹرڈ ۱۴ - اے ۲ - ایجوکیشن ٹاؤن' وحدت روڈ لاہور۔ موجودہ جزوِ اشاعت سورۂ آل عمران اور سورۂ نساء پر مشتمل ہے۔

اس سلسلہ اشاعت کے مختلف اجزاء کو ہم پیش کرتے رہے۔ اب اس تازہ جزو مشتمل بہ ترجمہ سورۂ آل عمران اور سورۂ نسا کو لیتے ہیں۔

یہ نفسیاتی تجربہ پہلی بار مولانا سیّد شبیراحمد صاحب نے شروع کیا کہ عربی عبارات کے بامحاورہ ترجمہ میں چونکہ عربی الفاظ اور جملوں کی ترتیب اور ہوتی ہے اور اردو کی اور۔ اس کو مدنظر رکھ کر سیّد صاحب نے یہ طریقہ نکالا کہ اصل متن عربی کے حصوں کو ترجمہ کے لحاظ سے دو رنگ دیے۔ نیلا اور سرخ۔ پھر آیت کے جس نیلے حصے کا ترجمہ اردو میں کیا اسے نیلا ہی رنگ دیا۔ اور جو حصہ سرخ تھا' اس کا ترجمہ بھی سرخ رنگ سے پیش کیا گیا۔ مثلاً ایک چھوٹا سا حصہ' آیت ہے۔

نیلا/**اَیَاْمُرُکُمْ**' سرخ / **بِالْکُفْرِ**' نیلا / **بَعْدَ اِذْ**' سرخ /**اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ** ○ ترجمہ : نیلا/ کیا وہ حکم دے گا تم کو' سرخ / کفر کا' نیلا / بعد اس کے کہ ' سرخ / تم مسلمان ہو چکے ہو۔

اس طرح پوری سورتیں از فاتحہ تا سورۂ نساء شائع ہوکر شائقین تک پہنچ چکی ہیں۔ اس

کوشش کو پسند کیا گیا ہے' اور انشاءاللہ بقیہ پارے بھی جلد شائع ہوجائیں گے۔ قیمت بہ ظاہر درج نہیں اور موجودہ مہنگائی کے دور میں کتابوں کی قیمت کا تصور رکھنے والا خود ہی سوچ سکتا ہے کہ کم ازکم اسے کیا حصہ لینا چاہیے۔ ورنہ قرآن آسان تحریک تو یہ چاہتی ہے کہ آپ محض پاروں کے خریدار بننے کے بجائے تحریک کے مستقل معاون بن جائیں۔ اندر ایک جگہ اس حصے کی قیمت دورنگا چھپائی کے ۵۷ بڑے صفحات' مع سرورق آرٹ پیپر کے' ۱۲ روپے فی نسخہ درج ہے۔ (ن - ص)

---

**پاسدارانِ دعوت و عزیمت :** از جناب منیر احمد خلیلی۔ ناشر : دارالکتب' گارڈن کالج روڈ' راولپنڈی' کاغذ و طباعت مناسب۔ صفحات ۱۶۶۔ دبیز رنگین سرورق۔ قیمت درج نہیں۔

منیر احمد خلیلی ہمارے دائرہ احباب میں نظریۂ اسلامی کی محبت اور موثر ادبی نگارشات کی صفات کے ساتھ خاصا اہم مقام رکھتے ہیں۔ انہوں نے اپنی اس کتاب میں مختلف ممالکِ اسلامیہ کی دینی تحریکوں کے خاص خاص اکابر کی شخصیتوں اور سوانح کو بڑی خوبی سے پیش کیا ہے۔ اکثر شخصیتوں کے متعلق پاکستان میں چند ہی افراد کو معلومات ہوں گی' ورنہ ان کا ایک عمومی تعارف ہی پایا جاتا ہے۔ جن اصحاب کا تذکرہ اس کتاب میں شامل ہے' وہ حسب ذیل ہیں :

۱۔ شیخ احمد یاسینؒ (فلسطین) ۔ تحریکِ انتفاضہ کی روح و رواں ہیں۔

۲۔ شیخ حافظ سلامہ (مصر) دعوت اور جہاد کے میدان کا بوڑھا مجاہد۔

۳۔ صالح اوزجان (ترکی) سیکولر ترکی میں اسلامی فکر کا عظیم معمار۔

۴۔ صبری قوتشی (مفتی اعظم البانیہ)

۵۔ شیخ عبداللہ عزام (فلسطین) ۔ مثالی داعی اور عظیم مجاہد۔ جہادِ افغانستان کے سلسلے میں پشاور میں مقیم تھے اور اپنے دو بیٹوں سمیت جام شہادت نوش کیا۔

۶۔ عیسیٰ یوسف البتگین۔ مشرقی ترکستان کی مظلوم و محکوم مسلم قوم کا رہنما۔

۷۔ پروفیسر غلام اعظم (بنگلہ دیش) جسے اپنے وطن میں شہرت نہیں ملی۔ "دیس میں پردیسی" ۔

۸۔ شیخ محمد الغزالی (مصر) ایک بلند پایہ مفکر اور مقبول مصنف' نیز شاہ فیصل ایوارڈ یافتہ داعی و مبلغ۔

مولف کا پر زور مقدمہ شامل کتاب ہے۔ اس کا ایک جملہ : سیرت و سوانح کا ادب ہمارا پسندیدہ ترین ادب ہے۔ (ن - ص)

---

## بقیہ : رسائل و مسائل

سے پیٹھ پھیر کر جانا چاہتا ہو اسے اگر اونٹ کا پیشاب پینے کی ہدایت فرمائی گئی تو یہ اس کے مرض کا بالکل صحیح مداوا تھا اور بعد میں احسان فراموشی اور شقاوتِ قلبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان لوگوں نے جس طرح آنحضورؐ کے چرواہوں کو شہید کیا اس کا قصاص جس طرح لیا گیا وہ بھی عین عدل و انصاف تھا۔

یہ میری ذاتی رائے ہے جسے پیش کردیا ہے ورنہ میرا ایمان یہی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہمارے لیے شارع (Law Giver) ہے اور جب آپؐ نے حلال جانور کے پیشاب کے استعمال کی اجازت بطور علاج دی ہے تو یہ استعمال سب کے لیے جائز و مباح ہوگیا ہے۔ (ملک غلام علی)

### نوٹ

اعلان کے مطابق ماہنامہ ترجمان القرآن تزئینِ نو کے بعد ستمبر ۱۹۹۳ میں شائع ہونا تھا۔ ترجمان القرآن کو زیادہ سے زیادہ بہتر بنانے کی کوشش کے ساتھ ساتھ ہمیں قارئین کا حلقہ وسیع کرنے کی مہم بھی درپیش ہے۔ جبکہ پورا ملک انتخابات کی لپیٹ میں ہے۔ ان حالات میں فیصلہ کیا گیا ہے کہ تزئینِ نو کے بعد ترجمان القرآن کا پہلا شمارہ جنوری ۱۹۹۴ میں شائع کیا جائے گا' انشاء اللہ۔ ہم تاریخِ اشاعت میں تبدیلی پر قارئین سے معذرت خواہ ہیں۔

جن احباب نے سالانہ خریداری کے لیے ستمبر ۱۹۹۳ میں مبلغ ایک سو روپے بھیجے ہیں' انہیں ستمبر ہی سے پرچہ بھیجا جا رہا ہے۔ ان کی خریداری مدت اکتوبر ۱۹۹۴ تک شمار کی جائے گی۔ (ادارہ)

REGD. NO. L 5340

PHONE : 234014
236665

MONTHLY **TARJUMAN-UL-QURAN** LAHORE